ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳۱ اگست ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

امراۃ الاسلام

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ازجناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری

نام و نسب اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حارث بن حزن کی بیٹی تھیں۔ جو قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا تھا۔ والدہ قبیلۂ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نام بّرہ تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا۔

نکاح اولیٰ و ثانی آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوا۔ لیکن آپ کو کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔ پھر ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابو رہم نے ۷ھ میں انتقال کیا۔ تو لوگوں نے کوشش کی کہ آپ کا انتساب حضورؐ سے ہوجائے۔ حضورؐ نے ۷ھ میں سفر عمرہ اختیار کیا تو احرام کی حالت میں ہی حضرت میمونہ سے نکاح ہوا۔ حضرت عباسؓ نکاح کے متولی ہوئے تھے۔ عمرہ سے فراغت پر جب حضورؐ مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو مقام سرف (جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ پر ہے) پر حضرت ابو رافع حضرت میمونہؓ کو لیکر پہنچ گئے اور اسی جگہ رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ حضور کا آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہؓ آپ کی آخری زوجہ مطہرہ تھیں۔

فضل و کمال اہل سیرت کے نزدیک حضرت میمونہؓ سے کل ۴۶ احادیث مروی ہیں، جن میں بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے ان سے روایت کرنے والے حضرت ابن عباسؓ اور ان کے دوسرے بھانجے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ ان کے پاس پراگندہ ہو آئے۔ تو کہا بیٹا اس کا کیا سبب؟ جواب عرض کیا گیا کہ ان کی زوجہ ام عمار ان کے کنگھا کیا کرتی تھیں۔ مگر آج ان دنوں اُن کے ایام کا زمانہ تھا۔ بولیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات ہم چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے۔ بیٹا کہیں یہ ہاتھ میں بھی ہوتا ہے؟

احکام نبوی کی تعمیل کی ایک اور مثال ملتی ہے ان کی کنیز نے آکر بتایا کہ ابن عباسؓ اپنی زوجہ کی ایسی حالت میں ان سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں کنیز نے حضرت میمونہؓ سے عرض کی۔ وہ فرمانے لگیں کہ ان سے کہو سنت نبوی سے اس قدر اعراض کیوں ہے۔ حضورؐ تو برابر ہم لوگوں کے بستروں پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے زمانہ میں ایک عورت بیمار پڑی۔ اس نے منت مانی کہ شفایاب ہوکر بیت المقدس میں نماز پڑھے گی۔ قدرت الٰہی سے وہ اچھی ہوگئی اور اس نے سفر کی تیاریاں شروع کردیں۔ جب رخصت ہونے کے لئے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی۔ تو فرمایا کہ یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔

آپ کو غلام آزاد کرنے کا بھی شوق تھا ایک لونڈی کو آزاد کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تم کو اس کا اجر دے۔

کبھی کبھی قرض لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ زیادہ رقم قرض لی۔ کسی نے اعتراض کیا کہ آپ کس طرح ادائیگی کریں گی؟ جواب دیا۔ حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اللہ اس کا قرض ادا کردیتا ہے۔

اخلاق حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ میمونہؓ خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں

وفات عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں انکا نکاح ہوا اور اسی جگہ ان کی وفات ہوئی حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ اٹھانے کے وقت لوگوں سے کہا کہ جنازہ کو حرکت نہ دو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ انہوں نے ۵۱ھ میں وفات پائی عمر ۸۱ برس تھی۔

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ - ۳۱ اگست ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱۶

سیاسی بحران کب دور ہوگا؟

کبھی مغربی اور کبھی مشرقی پاکستان میں وزارت کے حصول کے لیئے آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اصحاب اختیار اصولی اور غیر اصولی طور پر اس بات کے لیئے کوشاں رہتے ہیں کہ ان کا اقتدار ابدالاباد کے لئے قائم رہے اور محرومین اختیار ہر ممکن طریقہ سے اس بات پر تلے رہتے ہیں کہ وزارتی پارٹی کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ اور اقتدار کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آجائے۔ ملک میں ایسے لوگوں کی تعداد ان گنت نہیں ہے۔ گذشتہ ۹ (نو) سال سے انہوں نے بے شمار قلابازیاں کھائی ہیں۔ سیاست کے یہ مرغان بادنما جس گروہ میں اپنا مفاد پنہاں دیکھتے ہیں اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ عوام کی حیثیت محض تماشائیوں کی ہے۔ اس قسم کے پے در پے سیاسی حالات میں عملی طور پر عوام کی خدمت ہونا صفر کے برابر ہے۔ اخبارات میں بیانات دینا اور تقاریر کرنا دوسری بات ہے۔ ورنہ عوام میں سے ہر ایک آج کی سیاست کی غلط کاریوں کا شکار ہے۔

آجکل مشرقی پاکستان میں ڈرامائی انداز سے جوڑ توڑ ہو رہے ہیں۔ موجودہ وزارت کا فیصلہ ہونے کے لئے حتمی تاریخ مقرر کر دی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تاریخ مقررہ کے بعد موجودہ وزارت نہ رہے۔ لیکن پھر بھی صحت مند حالات رونما ہونے کی امید نہیں جس جماعت کے برسر اختیار آنے کی امید ہے وہ بھی آزمودہ را آزمودن جہل است کے مصداق ہے۔ امید نہیں کہ وزارت حاصل کر کے یہ لوگ عوام کی کما حقہٗ خدمت کریں۔ بلکہ حسب سابق مخالفین کی تطہیر شروع ہو جائیگی اور اختیار کی جڑ مضبوط کرنے کے لیئے جائز و ناجائز کوششیں ہوتی رہیں گی۔

آئندہ سال انتخابات کو موجودہ سیاسی بحران کا علاج تجویز کیا جا رہا ہے ہماری رائے یہ ہے کہ آئندہ سال انتخابات نہیں ہوں گے۔ اگر ہوئے بھی تو وہ سیاسی حالات کو پاکیزہ نہ بنا سکیں گے۔ جبتک عوام میں صحیح نمائندے منتخب کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ اور انہیں ایمانداری اور آزادی سے انتخاب کے مواقع نہیں دیئے جاتے۔ انگریز کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت انتخابات بجائے خود غیر جمہوری اور غیر اسلامی ہیں کسی شخص کو بھی از خود عوامی نمائندہ کہلانے کی جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔ جب تک وہ خود مسلسل عوامی خدمات سے اپنی قابلیت کا ثبوت نہ دے دے۔ ایک سے زیادہ اس قسم کے نمائندوں کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے رائے شماری ضروری ہوگی۔ لیکن اثر و رسوخ کا استعمال روپیہ پیسہ کا خرچ اور جائز و ناجائز دباؤ کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر اس صورت میں نمائندوں کا چناؤ ہو اور ان کی حکومت بنے تو شاید ہمارے ملک میں بھی ارباب اختیار سے عوامی خدمت کی امید رکھی جا سکے۔

لندن کانفرنس کے بعد

مغربی طاقتیں جس جوش و خروش اور غیظ و غضب کا مظاہرہ لندن کانفرنس سے پہلے کر رہی تھیں۔ شکر ہے کہ وہ کانفرنس میں اور اس کے بعد تقریباً سرد ہو گیا ہے۔ اب یہ بات اُن کے ذہن میں آ گئی ہے کہ عربوں سے طاقت کے بل بوتے پر مراعات حاصل کرنا اُن کے بس کا روگ نہیں توازنِ اقتدار ایشیائی اور عرب ممالک کے ہاتھ میں آ چکا ہے اور یہ سرمایہ پرست یا اشتراکی کسی ایک گروہ کے ساتھ مل کر مخالف گروہ کو نیچا دکھا سکتے ہیں۔ کانفرنس کی قرار دادوں کی رو سے ایک کمیشن نہر کے مستقبل کے بارے میں صدر جمہوریہ مصر سے بات چیت کرے گا۔ یہ بات خوش آئند بھی ہے اور پُر اطمینان بھی

جس چیز کا ہمیں ذکر کرنا ہے وہ مغربی طاقتوں کی خود غرضی اور دوسرے ممالک کی کاسہ لیسی ہے۔ نہر سویز کے معاملہ میں بڑی بڑی طاقتوں کا مفاد پنہاں تھا۔ نہر کو قومی ملکیت میں لینے کے بعد ہی دوڑ دھوپ شروع ہو گئی۔ تمام دنیا میں خطرہ کا بگل بجا دیا گیا۔ معمولی سے وقفہ پر چوبیس پچیس ممالک کے نمائندوں کا اجلاس بلا لیا گیا۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقہ سے اور کم از کم وقت صرف کرتے ہوئے مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی گئی۔ کس قدر افسوس اور ندامت کا مقام ہے کہ جہاں کشمیر، الجزائر، فلسطین اور دوسرے ایسے مسائل میں مغربی طاقتوں کا مفاد وابستہ نہیں ہوتا وہاں لاتعلقی اور غیر دلچسپی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہر انصاف پسند شخص اظہار نفرت کرتا ہے۔ کئی کئی ماہ تک عالمی مجالس میں مسئلہ کو پیش ہی ہونے نہیں دیا جاتا اور جب پیش ہو جائے تو سالہا سال تک کھٹائی میں پڑا رہتا ہے۔ ایسے صورت حالات سے دو چار ہوتے ہوئے پاکستان

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء

آج کی معروضات کے عنوان

(۱) آسمانوں اور زمین کا حقیقی بادشاہ فقط اللہ تعالےٰ ہے۔
(۲) خدائی بادشاہت میں بسنے والے اکثر ہمیشہ باغی رہے ہیں۔
(۳) باغیوں کو مہلت دینا اللہ تعالےٰ کی ہمیشہ سے عادت چلی آ رہی ہے
(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے باغیوں کو بھی مہلت دی گئی
(۵) باغیوں کا گرفت الٰہی میں آنا۔ اور اپنے ظلم کا اقرار کرنا۔
(۶) قیامت کے دن باغیوں کا اپنی گمراہی پر مہر تصدیق لگانا۔
(۷) دنیا میں واپس آنے کی درخواست اور اس کی نامنظوری

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

بغاوت شدید ترین جرم ہے

برادران اسلام! آپ جانتے ہیں کہ مجازی اور فانی دنیاوی بادشاہوں کے ہاں بھی بغاوت کو شدید ترین جرم قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس جرم کی سزا باغی کا سر قلم کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔

حقیقی بادشاہ

آپ انصاف سے فیصلہ کیجئے۔ کہ اللہ تعالےٰ جو حقیقی بادشاہ ہے۔ اس کے ملک میں جو باغی ہونگے وہ کس قدر شدید جرم کے مجرم اور کس قدر سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔

نور قرآن

کی روشنی میں آج اس جرم کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانا چاہتا ہوں۔

پہلا۔ آسمانوں اور زمین کا حقیقی بادشاہ فقط اللہ تعالیٰ ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۹ پارہ ۴)

(ترجمہ۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے واسطے ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

دوسرا۔ خدائی بادشاہت میں بسنے والے اکثر باغی رہے ہیں

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ط كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۔

(سورہ الروم رکوع ۵ پارہ ۲۱)

(ترجمہ۔ کہدو ملک میں چلو پھرو۔ اور دیکھو جو لوگ پہلے گزرے ہیں۔ ان کا کیسا انجام ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔

نتیجہ

اس اعلان سے یہ چیز صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے دنیا میں جتنی بھی قومیں گذری ہیں ان میں اکثریت مشرکوں یعنی باغیوں کی تھی۔ کیونکہ مملکت الٰہی میں شرک بغاوت ہے۔

تیسرا۔ باغیوں کو مہلت دینا اللہ تعالیٰ کی عادت ہے

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۔ (سورۃ الرعد رکوع ۵ پارہ ۱۳)

(ترجمہ:۔ اور تجھ سے پہلے کئی رسولوں سے ہنسی کی گئی ہے۔ پھر میں نے کافروں کو مہلت دی۔ پھر انہیں پکڑ لیا۔ پھر ہمارا عذاب کیسا تھا)

کفر بھی بغاوت ہے

برادران اسلام۔ شرک اور کفر دونوں بغاوتیں ہیں شرک یہ ہے۔ کہ بندے کو جو تعلق اللہ تعالےٰ سے رکھنا چاہئے۔ وہی قسم کا تعلق اس کے سوا کسی اور سے رکھے مثلاً اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو بھی رزق میں تنگی یا کشادگی کا اختیار سمجھے۔ یا کسی اور کو بھی اولاد دینے یا نہ دینے کا اختیار خیال کرے۔ اور کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اس کو ماننے سے انکار کرے اللّٰھم لا تجعلنا منھم

(ب)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۔ (سورہ الحج رکوع ۶ پ ۱۷)

(ترجمہ:۔ اور کتنی بستیوں کو میں نے مہلت دی۔ حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے انہیں پکڑا۔ اور میری طرف ہی پھر کر آنا ہے)

مہلت کے بعد کن کن عذابوں میں مبتلا ہوئے

(فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورۃ العنکبوت رکوع ۴ پ ۲۰)

(ترجمہ:۔ پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا۔ پھر کسی پر تو ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔ اور ان میں سے کسی کو کڑک نے آ پکڑا۔ اور کسی کو ان میں سے زمین میں دھنسا دیا۔ اور کسی کو ان میں سے غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے۔ لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے)

چوتھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے باغیوں کو مہلت ملی!

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا

(سورۃ الطارق پارہ ۳۰)

(ترجمہ:۔ پھر کافروں کو تھوڑے دنوں کی مہلت دیدو)

پانچواں۔ باغیوں کا گرفت الٰہی میں آنا اور اپنے ظلم کا اقرار کرنا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۔ فَلَمَّا اَحَسُّوْا بَاْسَنَا اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۔ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۔)

(سورۃ الانبیاء رکوع ۲ پ ۱۷)

(ترجمہ:۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں۔ غارت کر دیا۔ اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انھوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کم بختی۔ بے شک ہم بھی ظالم تھے۔

سو اُن کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وُہ بجھ کر رہ گئے۔) فاعتبروا یا اولی الابصار

عذابِ الٰہی نازل ہونے کے بعد ٹلا نہیں کرتا

(فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝) سورہ یونس رکوع ۱۰ پارہ ۱۱

(ترجمہ:- سو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لاتی۔ تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وُہ ایمان لائے۔ تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلّت کا عذاب دُور کر دیا۔ اور ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

حاصل

یہ ہے کہ سوائے یونس علیہ السّلام کی قوم کے کسی قوم سے عذابِ الٰہی نازل ہونے کے بعد نہیں ٹلا۔ اور اس ٹلنے میں بھی کوئی خاص مصلحت تھی۔ جو باقی قوموں میں نہیں تھی۔

چھٹا۔ قیامت کے دن باغیوں کی اپنی گمراہی پر شہادت

(وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝ (سورۃ المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸)

ترجمہ:- اور جن کا پلّہ ہلکا ہوگا۔ تو یہی یہ لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ ان کے مونہوں کو آگ جھلس دے گی۔ اور وہ اس میں بدشکل والے ہوں گے۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے ربّ ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی۔ اور ہم لوگ گمراہ تھے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ قیامت کے دن گمراہ اپنی بدبختی اور گمراہی کا خود اقرار کریں گے یعنی اللہ تعالےٰ اور اس کے پیغمبر کو بری الذمہ قرار دیں گے اور اپنے آپ کو ہی مجرم گردانیں گے۔

ساتواں۔ دنیا میں واپس آنے کی درخواست اور اسکی نامنظوری

(رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ) (سورہ المؤمنون رکوع ۶ پ ۱۸)

(ترجمہ:- اے ربّ ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں۔ تو بیشک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اسمیں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو۔ اور مجھ سے نہ بولو۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے باغی اپنے جرموں کے اقرار کرنے کے بعد دوبارہ دُنیا میں بھیجے جانے کی درخواست کریں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں ڈانٹ کر فرمائے گا۔ کہ ذلیل ہو کر اسی دوزخ میں رہ۔ اور مجھ سے مت بولو۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم

مسلمان اور باغی

برادرانِ اسلام! قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو اللہ تعالےٰ کی سلطنت میں باغیوں کی تین قسمیں ہیں مشرک۔ کافر۔ اور اعتقادی منافق۔ اگر مسلمانوں کے عقائد کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ان کے بعض افراد میں یقیناً شرک۔ کفر۔ اعتقادی نفاق پایا جاتا ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ مشرک۔ کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق کے لئے نہ شفاعت ہے۔ نہ نجات ہے۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد میں شرک موجود ہے

یہ میں مانتا ہوں کہ مسلمان شرک کو شرک سمجھ کر نہیں کرتا۔ مگر جب واقع میں وہ عقائد شرکیہ ہوں۔ تو کیا اللہ تعالےٰ بھی اس جاہل کی کوتاہ نظری کا خیال کرتے ہوئے عقائد شرکیہ کو دائرہ شرک سے خارج کر دے گا۔ ہرگز نہیں جس طرح کوئی شخص سنکھیا کے سفوف کو کونین کا سفوف سمجھ کر کھا جائے۔ تو کیا سنکھیا بھی اپنا اثر نہیں دکھلائے گا۔ بلکہ سنکھیا اس شخص کے پیٹ سے انتڑیاں کاٹ کاٹ کر باہر لائے گا۔ اور خون کے اسہال جاری ہو جائیں گے۔

شرک کی تعریف

شرک یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ اس کے سوا وہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اسی کام کے کرانے کے لئے اللہ تعالےٰ کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر ہاتھ پھیلایا جائے۔ کہ میرا یہ کام آپ کر دیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اعلان ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۝ الآیۃ سورہ الرعد رکوع ۴ پ ۱۳)

(ترجمہ:- جس کے لئے چاہے اللہ رزق کشادہ کر دیتا ہے یا تنگ)

اب اگر کوئی شخص رزق کی تنگی یا کشادگی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کے قبضے میں سمجھے۔ تو وہ مشرک ہوگا۔ خواہ نام کے لحاظ سے مسلمان کہلائے۔ صوفیائے کرام کے چار مشہور طریقے ہیں نقشبندی۔ سہروردی۔ چشتی۔ قادری۔ ہر ایک طریقہ کے بزرگوں کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ زندہ ہوں۔ تو ان کے سامنے زانوائے ادب تہ کر کے بیٹھتا ہوں۔ اور وفات یافتہ ہوں تو ہر بزرگ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتا ہوں۔ اور میرا تعلق دراصل قادری خاندان کے ساتھ ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلے میں میرے روحانی دادا ہیں۔ مگر جو لوگ گیارہویں دیتے ہیں کیا ان میں سے جاہلوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگر محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی گیارہویں دینگے تو وہ رزق میں برکت ڈال دیں گے اور نہیں دیں گے تو ناراض ہو کر رزق میں تنگی کر دیں گے اسی عقیدہ کا نام شرک ہے۔

کفر کی تعریف

کفر یہ ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کا حکم معلوم ہونے کے بعد ماننے سے انکار کرے۔ مسلمانوں میں اس قسم کے آدمی موجود ہیں۔ اِس قسم کے مسلمان کہلانے والے کافروں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۝

(سورہ النور رکوع ۶ پارہ ۱۸)

(ترجمہ:- اور کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔ اور ہم فرمانبردار ہیں۔ پھر ایک جماعت ان میں سے اس اقرار کے بعد پھر جاتی ہے اور وہ مؤمن نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے۔ تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ ناگہاں ایک جماعت ان میں سے مونہہ موڑنے والی ہوتی ہے۔

کیا انگریز کی نوّے سالہ حکومت میں ایسے مسلمان موجود نہیں رہے۔ اور اب بھی بکثرت موجود ہیں۔ جنہوں نے قرآن مجید کے میراث کے قانون کے ماننے سے صاف انکار کیا ہوا تھا۔ کہ ہم تقسیمِ میراث میں محمڈن لاء کے پابند نہیں ہیں بلکہ رواج کے پابند ہیں۔ جو کافر ہونے کے وقت ہماری برادری میں رائج تھا۔ یعنی بیٹیوں اور بہنوں کو جائداد میں سے حصّہ نہیں دیں گے۔

نفاق اعتقادی

نفاق اعتقادی یہ ہے - کہ بظاہر انسان مسلمان کہلائے اور دل میں اسلام کا مخالف ہو- مثلاً مسلمانوں میں آج کل ایسے آدمی موجود ہیں جو قرآن مجید کے بعض حصّوں پر اعتراض کرتے ہیں- کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم وحشیانہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے- کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو سُود کی ممانعت آئی ہے یہ حکم غلط ہے سُود کے سوا قومیں اقتصادی ترقی کر ہی نہیں سکتیں- کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو عورتوں کے پردے کا حکم دیا گیا ہے - یہ نہیں ہونا چاہئے علیٰ ہذا القیاس اس خیال کے لوگوں کو نفاق اعتقادی کا منافق کہا جاتا ہے - اور یہ لوگ کافروں کی مد میں ہی شمار ہوں گے-

یہ یاد رہے

کہ قرآن مجید کی الحمد کے الف سے لے کر من الجنۃ والنّاس کے آخری سین تک ایمان لانا یعنی اس کے صحیح ہونے کا یقین کرنا ضروری اور لازمی ہے - کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سیّد المرسلین خاتم النبیین - رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دنیا سے روپوش ہونے کے بعد مسلمانوں کے جن قبائل نے قرآن مجید کے ایک چھوٹے سے فقرے (واٰتوا الزکوٰۃ) ترجمہ اور زکوٰۃ دو کے ماننے سے انکار کیا تھا - انھیں سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتد قرار دیا تھا اور ان مرتدوں کے مقابلہ میں صحابہ کرام کی فوج بھیجی تھی-

ان امراض کا سبب

مسلمانوں میں مذکور الصدر امراض روحانی کے موجود ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ان میں نہیں ہے - اگر قرآن مجید کی تعلیم پائیں - تو انشاءاللہ تعالیٰ ان روحانی مہلک بیماریوں سے شفایاب ہو سکتے ہیں-

آخری دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کا صحیح معنی میں متبع ہونے کی توفیق عطا فرمائے - اور اصلی - سچا اور کھرا مسلمان ہونے کی توفیق دے- آمین یا الٰہ العالمین!

علمِ موسیٰ اور حیرت فروش

از جناب عبدالرشید صاحب عباسی - واہ کینٹ -

خدا نے حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی حضرت خضرؑ کے پاس جانے کا حکم دیا' اس کی وجہ یہ تھی' کہ جب حضرت موسیٰؑ وعظ فرما رہے تھے تو کوئی شخص پوچھ بیٹھا کہ آپ سے بھی زیادہ کسی کو علم ہے حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا میں نہیں جانتا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں- خداوند عالم کو حضرت موسیٰؑ کی یہ بات پسند نہیں آئی - اور ان کو متنبہ کرنے کے لئے حکم ہوا کہ مجمع بحرین کے قریب اللہ کے ایک نیک بندے سے ملاقات کریں - جب حضرت موسیٰؑ اور ان کا نوجوان ساتھی (یوشع بن نون) مجمع بحرین پر پہنچے تو ان دونوں کو اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک نیک بندہ (خضر) ملا جس پر اللہ نے اپنی طرف سے رحمت کی تھی اور اپنے پاس سے اسے ایک خاص علم سکھایا تھا- موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا کہ

"آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم آپ کو سکھایا گیا ہے - اس میں سے کچھ آپ مجھ کو سکھا دیں "

خضر نے کہا "تم کو میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا ......"

موسیٰؑ بولے انشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا- خضرؑ نے کہا اگر تم میرے ساتھ رہنا ہی چاہتے ہو تو میری کسی بات کے بارے میں مجھ سے استفسار نہ کرنا- جب تک میں خود ہی تم سے اس کا تذکرہ نہ کروں (خضر کی اس ہدایت کے بعد) دونوں چلے اور ایک کشتی میں سوار ہوگئے خضرؑ نے کشتی میں چھید کر دیا - (اس حرکت کو دیکھ کر موسیٰؑ نے کہا) آپ نے کشتی میں اس لئے چھید کیا ہے کہ کشتی کے سواروں کو آپ ڈبو دیں (خضر) بولے کیا میں نے (پہلے ہی) تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے - موسیٰؑ نے جواب دیتے ہوئے کہا آپ مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس فعل کی بابت مجھ پر سختی نہ کیجئے (خضر خاموش ہو گئے) پھر دونوں کشتی سے اتر کر آگے چلے یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے سے ملے خضر نے (بلاوجہ) اس لڑکے کو قتل کر دیا موسیٰؑ (سے نہ رہا گیا تو) بول اٹھے' کیا آپ نے ایک معصوم کو بدون قصاص کے بغیر مار ڈالا- یہ تو آپ نے بڑی ہی ناپسندیدہ حرکت کی - (خضرؑ) بولے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے - موسیٰؑ بولے اگر اسکے بعد میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ اپنے ساتھ مجھے نہ رکھئے گا- اور آپ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوں گے - (اس واقعہ کے بعد) دونوں (آگے) چلے اور ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس آئے - اور ان سے کھانا مانگا - تو انہوں نے ان کو کھانا دینے سے انکار کر دیا- اس گاؤں کے لوگوں کی انہوں نے دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی - تو (خضرؑ نے اسے ازسرِ نو مرمت کر کے) اس کو کھڑا کر دیا (نا احسان شناس لوگوں کے ساتھ خضرؑ کے اس سلوک کو دیکھتے ہوئے) موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس محنت کے معاوضہ میں ان لوگوں سے مزدوری لے سکتے تھے - (خضرؑ نے) کہا :-

"اب مجھ میں اور تم میں جدائی (یقینی) ہے (تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر ہی نہیں کر سکتے) میری جن باتوں پر تم صبر نہیں کر سکے ہو اب میں ان کا بھید تمہیں بتائے دیتا ہوں-

وہ کشتی (جس میں کہ میں نے چھید کیا تھا) چند ایسے غریبوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے میں نے سوچا کہ اسے عیب دار کر دوں (تاکہ بیگار میں نہ پکڑی جائے) ان سے کچھ فاصلہ پر ایک بادشاہ تھا - جو ہر کشتی کو زبردستی بیگار کے لئے چھین لیتا تھا - اور وہ جو لڑکا تھا (جسے میں نے قتل کر دیا) اس کے ماں باپ دونوں صاحب ایمان تھے - تو مجھ کو اندیشہ ہوا کہ (ایسا نہ ہو کہ بڑا ہو کر یہ کفر ہونے کی وجہ سے) یہ سرکشی اور کفر سے ان کو ایذا دے - پس میں نے یہ ارادہ کیا کہ اسی کو ختم کر دیا جائے - امید ہے کہ ان کا پروردگار اس کے بدلے میں ان کو ایسا (فرزند) عطا فرمائے گا - جو پاکی نفس اور محبت میں اس

(باقی ص ۸)

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوھدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۱۵ محرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تزکیّہ کی برکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اما بعد

مَیں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس اللہ اللہ کرنے والے احباب کی تربیت کے لئے ہے جن کو ذکر کی تلقین کی جا چکی ہے اصل میں تو یہ مجلس روزانہ ہونی چاہیئے۔ لیکن چونکہ روزانہ اکٹھے ہونا مشکل ہے۔ اس لئے ہفتہ میں ایک دفعہ ہوتی ہے۔ یہ مجلس روحانی امراض سے پاک ہونے کے لئے ہے۔ دُنیا میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سے جس شخص کا بھی تعلق ہو وہ ہر جسمانی مرض سے پاک ہو۔ بیوی اس کو بنانا چاہتا ہے۔ جو ہر مرض سے شفایاب ہو۔ دق۔ سل کی مریضہ نہیں چاہتا بیٹے بھی ہر لحاظ سے تندرست چاہتا ہے۔ لڑکی بھی صحت مند چاہیئے۔ اللہ تعالٰے کو بھی ایسے بندے چاہئیں جو امراض روحانی سے پاک ہوں جس طرح جسمانی امراض کے معالج ہوتے ہیں۔ اسی طرح امراض روحانی کے بھی معالج ہوتے ہیں۔ روحانی امراض کے معالج انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام جن کو صوفیاء کرام کہتے ہیں۔ یہ ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر آتا ہے۔ فرماتے ہیں :-

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ الآیۃ (سورۃ الجمعۃ رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ :- (اللہ تعالٰے وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے)

وُہ فرائض اربعہ یہ ہیں :-

(۱) تلاوت آیات۔ حضور قرآن مجید کی آیات اللہ تعالٰے سے جبرئیل ؑ کی معرفت لے کر صحابہ کرام کو پہنچا دیتے تھے۔

(۲) تزکیۂ نفس حضور صحابہ کرام ؓ کا تزکیہ نفس فرماتے تھے۔ آپ ؐ کی صحبت بابرکت کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ ان کے اندر سے تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے۔

(۳) تعلیم کتاب۔ حضور صحابہ کرام ؓ کو قرآن مجید کی آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ تلاوت آیات اور چیز ہے۔ تعلیم کتاب اور چیز ہے۔ صحابہ کرام ؓ حضور سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور آپ ؐ ان کا جواب دیتے تھے۔ مثلاً وہ یتامٰی کے متعلق پوچھتے ہیں یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡیَتٰمٰی ۔ قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَیۡرٌ

(۴) تعلیم حکمت۔

پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہے (۱) ظاہری پاکیزگی اس کو طہارت کہتے ہیں۔

(۲) باطنی پاکیزگی۔ اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں وہ بندہ مقبول اور محبوب ہے جس کا تزکیہ نفس ہو چکا ہو۔ یعنی جو روحانی امراض سے پاک ہو۔

جسمانی امراض کی تکلیف موت تک ہے جو مریض کل تک ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا تھا آج جب دم نکل گیا۔ تکلیف ختم ہو گئی۔ اور مرض سے آرام آ گیا۔ اس کے بعد اس کو جتنی جلدی ہو سکے سپرد خاک کر دینا چاہیئے۔ یہ اللہ کی امانت ہے یہ غلط رسم ہے کہ فلاں رشتہ دار کو تار دیا ہے وُہ آ کر منہ دیکھ لے تو جنازہ اٹھے گا۔ روحانی بیماریاں مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں۔ وہ قبر میں بھی تڑپائینگی اور حشر میں بھی

اگر امراض روحانی سے جیتے جی شفا نہ ہوئی تو اللہ کے ہاں ان کے علاج کا ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ میو ہسپتال کی طرح اس کے مختلف وارڈ ہیں۔ بعض امراض روحانی کے مریض شفایاب ہو کر دوزخ سے نکل آئیں گے بعض روحانی امراض مہلک ہیں۔ ان کے مریض ابدالآباد جہنم میں رہیں گے اور کبھی نہ نکلنے پائیں گے۔

مہلک روحانی امراض یہ ہیں :-

(۱) کفر (۲) شرک (۳) نفاق اعتقادی

اللہ تعالٰے کا حکم آیا۔ ہادی نے پوری طرح سمجھا دیا۔ لیکن ذاتی اغراض کی بناء پر انکار کر دیا۔ یہ کفر ہے۔ جو شہری صاحب جائداد اور زمیندار میراث کے معاملہ میں شریعت کا انکار کر کے رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اللہ تعالٰے وہ ہے۔ جس کے سامنے انسان ہستی کی سپر ڈال دے۔ اس میں غیر کو شریک خدا بنانا شرک ہے۔

قرآن مجید پر اعتراض کرنے والے نفاق اعتقادی کے منافق ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹنا وحشیانہ سزا ہے۔ وُہ منافق ہیں۔ پردہ پر اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۰ پ ۱)

ترجمہ :- کیا تم کتاب کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصّہ کا انکار کرتے ہو۔ پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو۔ اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو)

یہ آیت اصل میں یہود کے حق میں ہے لیکن اس میں وُہ شخص بھی آتے ہیں۔ جو قرآن کے بعض حکموں کو تو مانتے ہیں۔ اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ جو حدود شرعی حدود اور سود کے متعلق احکام قرآن پر اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے نہ شفاعت ہے نہ نجات ہے۔

کچھ امراض روحانی قابل علاج ہیں۔ مثلاً :۔
کبر۔ عجب۔ حسد۔ یہ بھی جہنم میں پہنچائیں گے۔ مگر ان کا مریض سزا بھگت کر نکل آئے گا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہر شخص کا دل چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں۔ اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے تکبر کی یہ تعریف فرمائی۔ بطر الحق وغمط الناس (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا)

ہمیں اگر اللہ نے دولت دی اور غریب کو نہیں دی تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ اس کو اس لئے حقیر سمجھنا کہ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں اور جوتا ٹوٹا ہوا ہے۔ یہ تکبر ہے۔ ع

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

دولت اور طغیانی لازم ملزوم ہیں۔ الا ماشاء اللہ

عجب یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کو اللہ کے فضل کی بجائے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے قارون مرض عجب میں مبتلا تھا۔ اللہ والے اس کو نصیحت فرماتے ہیں :۔

إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

اللہ والوں کی اس وعظ و نصیحت کا وہ یہ جواب دیتا ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا تاکہ وہ ملعون دولت کسی دوسرے کے کام ہی نہ آئے۔

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ق

(سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

ترجمہ :۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا مت۔ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو بے شک اللہ فساد کرنے [illegible]ں کو پسند نہیں کرتا۔ کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے ......
پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا)

اللہ والے تو اللہ اللہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور وہ اپنی قابلیت کا ذکر کرتا ہے۔

بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیعت کرنے والے کا تزکیۂ نفس ہو جائے۔ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے امراض روحانی سے شفا ہو جاتی ہے کبر۔ عجب۔ حسد نہ رہے یہ تزکیۂ نفس ہے حسد حرام ہے۔ غبطہ جس کو فارسی میں رشک کہتے ہیں وہ جائز ہے۔ حسد یہ ہے کہ کسی سے کالے علم کا تعویذ لیا کہ پڑوسن کا بچہ مر جائے اور میرے ہاں ہو جائے۔ یہ حرام ہے۔

غبطہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ تو نے فلاں عورت کو بیٹا دیا ہے۔ تیرے ہاں بیٹوں کی کیا کمی ہے۔ اس کا بھی سلامت رہے۔ اور مجھے بھی عطا فرما یہ جائز ہے۔

کامل کی صحبت میں طالب صادق کے اندر سے یہ باطنی امراض نکل جاتے ہیں کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔

میرے دو مربی ہیں۔ (۱) حضرت دین پوریؒ (۲) حضرت امروٹیؒ۔ حضرت امروٹیؒ کا آج سے ۶۲ سال قبل کا واقعہ مجھے یاد ہے حضرتؒ کے لنگر میں کچھ کھجور کے درخت تھے۔ ایک دن میری موجودگی میں ایک شخص نے شکایت کی کہ حضرت بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھا لیتے ہیں حضرتؒ کا ایک خادم تھا۔ جس کا نام اللہ ودایا تھا۔ آپؒ نے اس سے فرمایا کہ اللہ ودایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ۔ تاکہ میں ان کو سزا دوں۔ اللہ ودایا کی زبان سے بیساختہ نکل گیا کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت خاموش ہو گئے۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ لیکن صحبت کا اس پر اثر تھا۔ ع

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

اللہ والے ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ اللہ ہو سیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تزکیۂ نفس ہو جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ

(سورۃ النساء رکوع ۱۱ پ ۵)

(ترجمہ :۔ تجھے جو بھلائی بھی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے)

آج کا سبق یہی ہے کہ اگر راحت پہنچے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھا جائے۔ اور اگر کوئی تکلیف آئے تو اس کو اپنے کسی گناہ کی شامت سمجھا جائے سندھی میں کسی نے کہا ہے ع

مہر سائیں جی دائما۔ قہر سائیں جی گاہ گاہ
ہیں ہوجے تاں واہ واہ ہوں ہوجے تاں واہ واہ؟

اللہ تعالےٰ کی رحمت کا ۱/۱۰۰ حصہ دنیا میں نازل شدہ ہے۔ اس میں ایک ماں کے حصہ میں کتنا آیا ہوگا۔ ماں اولاد پر ہر وقت شفقت کرتی ہے۔ لیکن کبھی مارتی بھی ہے۔ اس کی مار بھی شفقت کی بناء پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ ہمارے کسی گناہ کے باعث سزا دے۔ تو یہ بھی اس کی شفقت ہے کہ سزا یہاں مل گئی۔ اگر قیامت کے دن تک اکٹھی ہوتی رہتی تو وہاں زیادہ ملتی۔

ع ظفر آدمی اسکو نہ جانئے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

کامل کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے گالی دی تو اس سے نہ لڑے گا۔ بلکہ یہ سمجھے گا کہ کسی گناہ کی سزا ملی ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے پاک ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین!

وما علینا الا البلاغ

بقیہ علم موسیٰ حیرت فروش

(ص ۶ سے آگے)

سے بہتر ہوگا۔ اور وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا۔ اور ان لڑکوں کا باپ ایک نیک شخص تھا پس تمہارے پروردگار کی مرضی تھی کہ وہ دونوں لڑکے جوان ہو کر اپنا خزانہ پروردگار کی رحمت سے خود ہی نکالیں۔ (چنانچہ اس خزانہ کی حفاظت کے لئے میں نے دیوار کی مرمت کی تھی) میں نے یہ کام اپنی طرف سے نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے کیا تھا) یہ ہے ان (واقعات) کا راز جن پر (موسیٰ) تم صبر نہ کر سکے (اس واقعہ کے ذریعہ خدا نے حضرت موسےٰ کو متنبہ کر دیا۔ کہ دنیا میں ان کے علاوہ اور بھی ایسے لوگ ہیں جو خدا کی مہربانی سے علم میں بڑھے ہوئے ہیں۔ ہر چیز کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور جسے چاہے اخبار غیب سے آگاہ فرما دے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ ہر بشر اس کے رحم و کرم کا محتاج ہے (کہف)

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم!
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

مسدس

اِصلاح کا نُسخہ

از حضرت جمیل احمد صاحب تھانوی

خدایا ترے فضل و احساں کے قرباں　　کرم لطف مہر و عنایت کے قرباں
سرفرازیِ بے نہایت کے قرباں　　اس احسان و احسان و شفقت کے قرباں
کہ ذرّاتِ خاکی کو انساں بنایا
پھر ایمان بخشا، مسلماں بنایا

پھر اُمت کیا خاتم الانبیا کی　　دو عالم کے سرور حبیبِ خدا کی
سمو دی پھر اسطرح سے اسمیں پاکی　　کہ سب اُمتوں پر فضیلت عطا کی
لقب اسکو خیر الامم کا دیا ہے
جہاں بھر میں خیر البریہ کیا ہے!

یہی ہے یہی قوم اللہ والی　　کہ عہدِ الست آج اسمیں ہے باقی
ازل سے ابد تک مثال آپ اپنی　　کہ خود سب سے افضل نبی سب سے عالی
اسی پر ہوا ہے وہ رحمت کا سایہ
کہ نبیوں کو بھی رشک ہے اس پہ آیا

رسولِ خدا کا ہے فرمان ایسا　　کہ بارہ ہزار آدمی جب ہوں یکجا!
تو قلت سے ہرگز نہ دیکھیں گے نیچا　　مقابل ہو گو کفر کی ساری دنیا
خدا خود یہ کہتا ہے عالی تمہی ہو
اگر قوم ایمان والی تمہی ہو

زمانہ کی آنکھوں نے دیکھا ہمیشہ　　یہ تاریخ میں سب نے پایا ہمیشہ
کہ جنگ و جدل کا تھا نقشہ ہمیشہ　　مسلماں کم اور جیتا ہمیشہ
نہ مقدار تھی اور نہ سامان اس کا
مگر تھا قوی خوب ایمان اس کا

نہ تعداد زائد نہ ثروت زیادہ　　نہ سامان اور شان و شوکت زیادہ
نہ اسباب آرام و راحت زیادہ　　نہ اس وقت سے کوئی حالت زیادہ
مگر تھا خدا کی رضا کا طالب
اسی سے رہا ہے ہمیشہ یہ غالب

مگر آہ افسوس کیا ہو گیا ہے ؟　　سبق یہ مسلمان بھولا ہوا ہے
ہمیشہ سے جو تجربہ ہو چکا ہے　　یہی ہے جو اک نسخۂ کیمیا ہے
یہی راز ہے جس سے تھی کامیابی
مگر آج ہم ہیں مسلماں گلابی

نہ سمجھا تو یہ رازِ مسلم نہ سمجھا!　　جو اب تک رہا اس پہ قائم نہ سمجھا
نہ سمجھا تو ہائے یہ ظالم نہ سمجھا!　　جسے اس پہ رہنا تھا دائم نہ سمجھا
یقیں اس پہ رکھا تو سب کافروں نے
سیاسیاتِ عالم کے کل ماہروں نے

کہ جیسے ہو اسلام ہی کو مٹا دو　　مسلماں کو نیم مسلم بنا دو
اسے دین و ایماں سے بالکل ہٹا دو　　دلوں میں خرافات اسکے جما دو
رہے ہے تو رہے نام کا یہ مسلماں
فقط کہنے کہنے کو ہو اسمیں ایماں

اگر ہے مسلماں مسلمان باقی!　　اگر اسمیں ہے جذبِ ایمان باقی
وہ پہلی سی ہو گی اگر شان باقی!　　تو چھوڑیگا کیوں کافرستان باقی
نہ مغلوب ہوگا نہ تابع بنے گا
یہی بلکہ سب پر حکومت کرے گا

جلائی گئیں اسکے قرآں کی جلدیں!　　تلف کیگئیں علم و دیں کی کتابیں
ہوئیں دینداروں پہ نازل بلائیں　　چلیں عالموں پر بھی طرح تیغیں
مگر اس پہ تھا حق کی رحمت کا سایہ
لچک سے یہ ابھرا ہی جتنا دبایا

کہیں نعرہ باندھا گیا سنگھٹن کا　　کہیں اس پہ حملہ ہوا ہے مشن کا
رہا اس پہ تانتا بندھا مکر و فن کا　　ہجوم اک اسی پہ تھا زاغ و زغن کا
مگر جسکی اللہ کرلے حفاظت
نہ پہنچے گی اس تک کسی کی غلاظت

(باقی)

اسلام اور نظام سرمایہ داری

جذبۂ اکتناز کی مضرتوں پر ایک نظر قرآن عزیز کی روشنی میں

از جناب مولانا مفتی محمد حسن علی صاحب خطیب شہری مسجد لاہور

(۳)

سرمایہ داری باعث تکذیب رسالت

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ہر پیغمبر کے زمانے میں یہی دولتمند سرمایہ دار رئیس سردار اور اشراف لوگ تھے جنہوں نے رسالت کی تکذیب کی احکام خداوندی کے ساتھ تکبر سے پیش آئے ہر سیاسی سماجی۔ مذہبی اور اخلاقی اصلاح کے رستے میں روڑے اٹکائے۔ اور آخرکار قوموں اور ملکوں کی بربادی کا باعث بنے آج بھی یہ لوگ یہی کچھ کر رہے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ

وَكَذٰلِكَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

ترجمہ:- اور اسی طرح جب کبھی ہم نے کسی بستی میں تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے دولتمندوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک رستے پر پایا اور ہم انھیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ جس رستے پر تمہارے باپ دادا تھے۔ اس سے بہتر رستہ اگر میں تمہیں بتاؤں (تو پھر) انہوں نے کہا کہ (پھر بھی) جو پیغام تم لائے ہو ہم اس سے منکر ہیں پس ہم نے ان لوگوں سے بدلہ لیا اور تو دیکھ کہ ان جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا (انتہیٰ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے دولت مند لوگ تھے۔

(۲) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی جتنے نبی آئے ان کی تکذیب بھی انہی سرمایہ دار لوگوں نے کی۔

(۳) سرمایہ دار لوگ اپنے باپ دادا کے رستے سے ہٹنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اسی رستے کی بدولت وہ سرمایہ دار بنے ہوئے تھے اور دوسرا رستہ اختیار کرنے میں سرمایہ داری سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔

(۴) یہ لوگ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ نبی کا بتایا ہوا رستہ ان کے آباؤ اجداد کے رستے سے صحیح تر ہے نبی کی تکذیب پر قائم رہے۔ کیونکہ وہ اپنی سرمایہ داری چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔

(۵) عاقبت الامر انہی سرمایہ داروں کی وجہ سے قوم ہلاک ہوئی۔

قال اللہ تعالےٰ

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰــهًا وَّاحِدًا ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝

ترجمہ:- اور کافروں نے کہا یہ تو کوئی جھوٹا جادوگر ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کو ایک معبود بنا ڈالا یقیناً یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو۔ یقیناً اس شخص کا کوئی خاص ارادہ ہے (انتہیٰ)

نبی کے معجزوں کو جادوگری بتایا۔ نبی کو جھوٹا کہا اور سرداروں (سرمایہ داروں) نے اپنے لوگوں کو کہا کہ چلو اس شخص کے پاس مت ٹھیرو اور نہ اس کی باتیں سنو۔ یہ شخص یقیناً کسی مقصد کے لئے یہ باتیں بنا رہا ہے۔ یعنی اس کا ارادہ ہے کہ ہم لوگوں کی جگہ یہ خود سرمایہ دار رئیس بن جائے۔

قال اللہ تعالےٰ

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

ترجمہ:- اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ کیا تم نہیں ڈرتے اس کی قوم کے سرداروں نے جو کافر تھے۔ کہا کہ ہم تجھے بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور ہم خیال کرتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے۔)

یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے جب انہوں نے قوم عاد میں توحید کی تبلیغ شروع کی تو کافر سرداروں (یعنی سرمایہ داروں) نے آپ کی تکذیب کی اور انھیں کہا کہ (نعوذ باللہ) آپ بیوقوف ہیں اور جھوٹے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ:- اس قوم کے سرداروں نے جو تکبر کرتے تھے۔ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے۔ اور ناتوان گنے جاتے تھے۔ کہا کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کی رسالت پر ایمان لائے ہیں تکبر کرنے والوں نے کہا۔ کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس سے انکار کرتے ہیں (انتہیٰ)

یہ قصہ ہے صالح کا جو قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہاں سے بھی دو باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک یہ کہ سرمایہ دار لوگ انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور غریب ناتوان لوگ نبیوں پر ایمان لانے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ دوسری یہ کہ سرمایہ دار لوگ غریب مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔ اور انہیں تمسخر کی رو سے کہتے ہیں کہ اچھا تمہیں یقین ہو چکا کہ یہ سچا نبی ہے۔ اور اسے خدا نے بھیجا ہے۔ اگر تمہارا اس پر ایمان ہے تو ہم اس سے منکر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ

ترجمہ:- اس کی قوم کے سرداروں نے جو تکبر کرتے تھے کہا اے شعیب ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ گے۔ شعیب نے کہا کہ اگر ہم واپس نہ آنا چاہیں (تو بھی) (انتہیٰ)

یہ قصہ شعیب کا ہے کہ مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ تجارت میں خرید و فروخت کے وقت ناپ تول میں بے ایمانی کیا کرتے تھے۔ آنحضرت نے انہیں اس سے منع کیا تو سرمایہ دار لوگ جو اس بے ایمانی کے ذریعے زر اندوزی کیا کرتے تھے آپ کو شہر بدر کرنے پر تیار ہو گئے۔ یہاں بھی آپ نے دیکھ لیا کہ جذبہ زر اندوزی ہی ان کم بختوں کو ایمان سے مانع ہوا۔ اور اسی جذبے کے ماتحت وہ تکذیب رسالت پر اتر آئے۔ وہ بات بالکل سیدھی سادی تھی ارشاد باری تعالےٰ:-

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ -

(ترجمہ:- قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یہ
بڑا علم والا جادوگر ہے اس کا ارادہ ہے کہ تم
کو تمہارے ملک سے نکال دے پس تم کیا حکم دیتے ہو"

فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ کے معجزات عصا او
ید بیضا دیکھے۔ تو سردار لوگ فوراً بول اٹھے
کہ یہ تو کوئی بڑا لائق جادوگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ
تمہیں اپنی جادوگری سے مرعوب کر کے تمہارا ملک
حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہاں بھی سرمایہ داروں نے جو
ملک پر حکومت کر رہے تھے اپنی سرمایہ داری اور
سرداری کو خطرے میں دیکھ کر حضرت موسیٰ کی نبوت
سے انکار کیا اور انھیں جادوگر ٹھہرایا۔

قال اللہ تعالیٰ :-

قال الملأ الذین کفروا من قومہ ما
نرٰک الا بشراً مثلنا وما نرٰک اتبعک
الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای۔ و
ما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین

ترجمہ:- پس اس کی قوم کے کافر سرداروں
نے کہا کہ ہم تجھ کو اپنی طرح کا آدمی دیکھتے
ہیں اور دیکھتے ہیں کہ سوائے ہمارے
رذیل اور ظاہری سمجھ والے لوگوں کے
اور کسی نے تیری پیروی نہیں کی اور
ہمیں اپنے اوپر تمہاری کوئی بڑائی نظر
نہیں آتی۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے
ہیں۔) (انتہی)

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ ہے یہاں
بھی سرمایہ داری نے ہی نبوت کا انکار کیا۔ اور ان غریب
لوگوں کو جو حضرت نوح پر ایمان لائے تھے۔ رذیل اور
کم سمجھ بتایا۔ غریبوں کو رذیل سمجھنے والی ذہنیت ہی
دولتمند لوگوں کی بربادی کا باعث بنتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

ویصنع الفلک وکلما مر علیہ ملأ من قومہ
سخروا منہ قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما
تسخرون ٥

ترجمہ:- اور نوح کشتی بناتا تھا۔ اور جب
اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے
گزرتے تو اس سے ٹھٹھے کرتے۔ نوح نے
کہا۔ اگر تم ہم سے ٹھٹھے کرتے ہو تو ہم بھی
اسی طرح تم سے (ایک دن) ٹھٹھا
کریں گے۔

سرمایہ دار لوگ ہمیشہ اپنی دولت کے غرور سے
غریبوں کی ہنسی اڑاتے رہتے ہیں حضرت نوح کی
قوم کے سردار ٹھٹھے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ
نزدیک دریا ہے اور نہ سمندر اور یہ عقلمند آدمی کشتی
بنا رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

فقال الملأ الذین کفروا من قومہ ما ھذا
الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم

ترجمہ:- اس کی قوم کے کافر سرداروں نے
کہا۔ یہ تو تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے
یہ تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے (انتہی)

یہ بھی حضرت نوح کی قوم کا ذکر ہے یہاں بھی قوم کے
سرداروں نے اپنی سرداری اور سرمایہ داری کو خطرے
میں دیکھا۔ اور خیال کیا کہ شاید یہ آدمی خود سردار اور
سرمایہ دار بننا چاہتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

وقال موسیٰ ربنا انک اتیت فرعون وملاہ
زینۃ واموالاً فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن
سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم
فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم

(ترجمہ- اور موسیٰ نے کہا۔ اے ہمارے
پروردگار تو نے فرعون کو اور اس کے
سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش
اور اموال دیئے۔ کہ لوگوں کو تیری راہ
سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے پروردگار
میٹ ڈال ان کے مالوں کو اور ان
کے دلوں کو سخت کر دے۔ کہ وہ ایمان
نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھیں) (انتہی)

معلوم ہوا کہ یہی سرمایہ دار لوگ دنیاوی زیب و زینت
اور مال و متاع پر مغرور ہو کر نہ صرف خود گمراہ ہوتے ہیں
بلکہ اور لوگوں کو بھی اپنی دولت کے ذریعے راہ حق سے
گمراہ کرتے ہیں۔ آج بھی یہی سرمایہ دار سردار (حاکم)
اپنی دولت کے ذریعہ دنیا والوں کو راہ راست پر آنے
سے روک رہے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں قوم اور
ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ

وقال الملأ من قومہ الذین کفروا وکذبوا
بلقاء الآخرۃ واترفنٰھم فی الحیوۃ الدنیا ما ھذا
الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون منہ ویشرب مما
تشربون ٥

(ترجمہ) اور اس کی قوم کے کافر سرداروں
نے جو قیامت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے
اور جنہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودگی
دی تھی۔ کہا کہ یہ تو تم جیسا ہی ایک آدمی
ہے۔ اور وہی کچھ کھاتا پیتا ہے جو تم کھاتے
پیتے ہو (انتہی)

یہاں بھی وہی سرمایہ دار سردار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ
نے دولت دی ہے لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کر رہے
ہیں کہ ایک شخص پیغمبر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہماری طرح کا
ہی ایک انسان ہے۔ ہماری طرح ہی کھاتا پیتا اور
سوتا ہے۔

غریبوں کی گمراہی کا باعث

دولتمند لوگ صرف خود ہی بدراہ نہیں ہوتے بلکہ ان کی دیکھا دیکھی
غریب آدمی بھی بے دین بن جاتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ

وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا
السبیلا (انتہی)

(ترجمہ:- اور انہوں نے کہا اے ہمارے
پروردگار ہم نے اپنے سرمایہ داروں اور
بڑوں کی فرمانبرداری کی۔ پس انہوں نے
ہم کو راہ سے گمراہ کر دیا (انتہی)

یہ عوام کی معذرت ہے جو وہ قیامت کے
دن کا عذاب دیکھ کر کہیں گے اور کہیں گے کہ افسوس
ہم نے خدا کی اور خدا کے رسول کی فرمانبرداری نہ کی۔
اور ان بڑے بڑے سرمایہ دار سرداروں کی اطاعت
کی۔

قال اللہ تعالیٰ

یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا
لولا انتم لکنا مؤمنین ٥

(ترجمہ: کہیں گے وہ لوگ جو ناتواں گنے
جاتے تھے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے تھے
کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے (انتہی)
معلوم ہوا کہ یہی تکبر کرنے والے تونگر ان لوگوں کی گمراہی کا باعث ہے

سرمایہ دار دوزخی

قرآن عزیز میں اکثر ایسے مقامات ہیں جہاں دوزخیوں کا ذکر
ہے وہاں ان کے دولت مند ہونے کا بھی ذکر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

ذرنی ومن خلقت وحیداً ٥ وجعلت لہ
مالاً ممدوداً ٥ وبنین شہوداً ٥ ومہدت
لہ تمہیداً ٥ ثم یطمع ان ازید ٥ کلا انہ
کان لآیاتنا عنیداً ٥ سارھقہ صعوداً ٥

(ترجمہ: چھوڑ مجھ کو اور اس شخص کو جسے
میں نے اکیلا پیدا کیا اور دیا اس کو پھیلا
ہوا مال اور حاضر رہنے والے بیٹے اور
اس کے لئے بچھونا بچھایا۔ پھر یہ طمع کرتا
ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز
نہیں یہ ہماری نشانیوں سے عناد رکھنے
والا ہے میں اسے صعود پر چڑھاؤں گا (انتہی)

یہ مذکور دولت مند شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ
نے پھیلا ہوا مال دیا یعنی سرمایہ دار بنایا۔ اور وہ
ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے
اسے میرے لئے چھوڑ دو میں اس منکر کو دوزخ
کی پہاڑی پر چڑھاؤں گا۔ یہ ہمیشہ دولت کے غرور
میں آیات الٰہی کا انکار کرتا رہا۔

قال اللہ تعالیٰ

واصحٰب الشمال ما اصحٰب الشمال فی سموم
وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم
انھم کانوا قبل ذلک مترفین ٥

(ترجمہ:- اور بائیں طرف والے کون ہیں بائیں
طرف والے گرم ہوا میں اور گرم پانی میں
اور دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا ہے

نہ حرمت والا تحقیق یہ پہلے ناز پروردہ دولتمند تھے۔ یہاں سے بھی معلوم ہؤا کہ اصحاب الشمال کی اکثریت انہی نعمتوں میں پلے ہوئے سرمایہ داروں کی ہو گی۔

قال اللہ تعالیٰ

مَا اغنیٰ عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ

(ترجمہ :- میرا مال مجھے کام نہ آیا۔ مجھ سے میرا جاہ و جلال جاتا رہا) (انتہیٰ)

یہ دوزخی کا قول ہے۔ ما قبل و ما بعد کی آیات کا مضمون یہ ہے اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ وہ کہے گا۔ اے کاش مجھے اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ موت قصہ ہی تمام کر دیتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ جاہ و حشمت مجھ سے چھین لیے گئے (حکم ہو گا کہ) اسے پکڑو اور طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ یہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی رغبت نہیں دلاتا تھا۔ (نہ خود کھلاتا تھا) آج یہاں اس کا کوئی دوست نہیں۔ یہ یاد رہے کہ اوپر جو کچھ لکھا گیا وہ صرف انہی دولتمندوں کے متعلق ہے جو زکات و صدقات نہیں دیتے اور نہ مسکینوں کی پرورش کرتے ہیں جیسا کہ ان آیات سے بھی ظاہر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

تدعوا من ادبر و تولّٰی ٥ وجمع فاوعیٰ ٥ ان الانسان خلق ھلوعًا ٥ اذا مسہ الشر جزوعًا ٥ واذا مسہ الخیر منوعًا ٥ الا المصلین ٥ الذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون ٥ والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم

الآیۃ

(ترجمہ :- دوزخ کی آگ) بلاتی ہے اس شخص کو جس نے پیٹھ دی اور منہ پھیر لیا۔ مال جمع کیا اور بند رکھا تحقیق آدمی بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے برائی ملتی ہے تو اضطراب کرتا ہے۔ اور جب بھلائی ملتی ہے تو بخل کرتا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کے لئے حصہ مقرر ہے۔ (انتہیٰ)

مطلب یہ ہؤا کہ وہ لوگ جو مال جمع کرتے رہتے ہیں اور اس میں سے زکات و صدقات وغیرہ نہیں دیتے دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ انسان فطرتاً ہی بے حوصلہ ہے۔ جب بدحال ہوتا ہے تو چیختا چلاتا ہے۔ اور جب اسے خوشحالی دی جاتی ہے تو کنجوس بن جاتا ہے البتہ وہ لوگ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں جو نماز کے پابند ہیں۔ اور جن کے مالوں میں غریبوں اور مسکینوں کا حصہ ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ :-

وَمَا نقموا الّا ان اغنٰھم اللہ و رسولہ من فضلہ۔

(ترجمہ :- اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزقِ خداوندی سے مالدار کر دیا۔) (انتہیٰ)

یہ ان منافقین کا قصہ ہے جو دین کی مخالفت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے ان کو اپنے فضل سے دولتمند بنایا۔ یہ اس نعمت کا بدلہ دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے بڑے دولتمند لوگ ہی دیا کرتے ہیں۔ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ سرمایہ دار لوگ جو دن بھر روپیہ جمع کرنے اور رات بھر روپیہ گننے میں لگے رہتے ہیں۔ اطمینان قلب سے قطعاً محروم ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات میں اس حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ

وَیلٌ لّکل ھمزۃٍ لّمزۃ ٥ الّذی جمع مالاً وعددہ ٥ یحسب ان مالہ اخلدہ ٥ کلا لینبذن فی الحطمۃ ٥ وما ادرٰک ما الحطمۃ ٥ نار اللہ الموقدۃ ٥ التی تطلع علی الافئدۃ

(الآیۃ)

(ترجمہ :- افسوس ہے۔ ہر عیب نکالنے والے غیبت کرنے والے پر جس نے جمع کیا مال اور اسے گنتا رہا۔ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ رہے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ ڈالا جائے گا حطمہ میں اور تو کیا جانے حطمہ کیا ہے۔ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ آتی ہے) (انتہیٰ)

دوزخ میں تو یہ آگ دولت مندوں کے دلوں پر عذاب لائے گی۔ وہ دور کی بات سہی لیکن دنیا میں ان لوگوں کے دل فی الواقع آٹھ پہر جلتے رہتے ہیں۔ خداوند کریم ایسے بے برکت مال سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین! یہ بات پہلے بھی کئی بار لکھی جا چکی ہے کہ مندرجہ بالا تمام وعیدیں صرف ان سرمایہ دار لوگوں کے متعلق ہیں جو اپنے اموال سے خدا کا حصہ نہیں نکالتے اور جو بے بند ہو زر اندوزی میں خدا کو اور روز جزاء کو بھول جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا ایسی دولت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ جو جائز ذرائع سے حاصل کی جائے اور جس میں سے زکات اور صدقات وغیرہ پورے پورے ادا کر دیئے جائیں۔ چنانچہ پاکستان کے اکثر مسلمانوں میں اپنے لئے اکتناز مال کو ایک سمجھا جاتا ہے۔ اور رات دن اسی میں کوشاں ہے کہ ہر جائز و ناجائز وسائل سے مال اور دولت کو فراہم کیا جائے یہی وجہ ہے کہ ہماری اس مقدس سرزمین کے مسلمان مذہب اور اسلام سے دور ہٹتے جا رہے ہیں۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے مال اور دولت سے محفوظ فرماویں۔ جو دنیا اور آخرت دونوں میں وبال جان ہو۔ ہاں وہ دولت جو خدا کے منشاء کے مطابق صرف کی جائے۔ ایسی دولت سے سرزمین پاک کے مسلمانوں کو مالا مال کر دے۔ احقر نے اس زمانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مضمون ہذا قارئین کرام کے لئے پیش خدمت کیا ہے مجھے امید ہے کہ قارئین کرام حضرات میری لغزشوں سے درگذر فرمائیں گے۔ اور میری اصلاح فرما کر دارین میں اجر جزیل حاصل کریں گے۔

بقیہ شذرہ

(صد۳ سے آگے)

ایسے ممالک کو چاہیئے کہ مغربی ممالک کے مفاد پر مبنی طلب کی ہوئی کانفرنسوں میں ہمیشہ مشروط شرکت کریں اگر وہ ان کی شرائط کو قبول نہ کریں تو بے شک بائیکاٹ کر دیں۔ مصر کی جرأت مندی سب کے پیش نظر ہونی چاہیئے۔ جب تک وہ جرأت مندی سے اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کریں گے۔ ممکن نہیں کہ خود غرض ممالک ان کے حقوق کی پروا کریں۔

(ادارہ)

شہادتِ حسینؓ کی اہمیت

ازمولانا احمد صاحب ایم۔ اے فاضلِ دیوبند۔ لکھنؤ (انڈیا)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ط ان اللّٰہ مع الصابرین ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین ۝ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۝ اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون ۝

ہر نمازی ہر نماز میں بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اس میں یہ دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی اے ہمارے رب تو ہمیں راہ راست پر چلا جو راہ ہے ان لوگوں کی جن کو تو نے انعام دیا اور ان لوگوں کی راہ نہیں ہے جن پر غضب کیا گیا اور جو بھٹک گئے۔

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انعام دیا۔ قرآن مجید "کتاب مبین" یعنی بیان کرنے والی کتاب اور "شفاء لما فی الصدور" یعنی سینوں کے امراض کی شفا ہے۔ انسان کے دل میں جو بھی شبہ ہوتا ہے اس کا ازالہ قرآن ہی ہو جاتا ہے۔ اس میں ہر سوال کا جواب موجود ہے بشرطیکہ اس میں غور کیا جائے اس کا اسلوب بیان یہ ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے۔ چنانچہ "الذین انعمت علیھم" کی تفسیر قرآن میں دوسری جگہ اس طرح کی گئی ہے "ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ یعنی جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو ایسے اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں جن کو اللہ نے انعام دیا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔ اس آیت سے شہادت اور شہید کی فضیلت واضح ہے شہید کے معنی ہیں گواہ۔ حاضر۔ ناصر وغیرہ جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللّٰہ علیٰ ذٰلک شہید۔ شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شہیدا۔ وادعوا شھداءکم من دون اللّٰہ۔ کذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ ان فی ذٰلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

چونکہ راہ خدا میں جان دینے والے بھی اپنے اس عمل سے خدا کی خدائی اور اس کے دین کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں اس لیے ان کو بھی شہید کہا جاتا ہے۔ ایسے شہدا کے فضائل قرآن اور حدیث میں بکثرت بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً

ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بند ہو کر اس طرح لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون

جو کوئی اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے تم ایسے لوگوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللّٰہ من فضلہ

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تم اُن کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے ان پر جو فضل کیا وہ اس سے خوش ہیں۔

ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلہ میں خرید لیے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔

اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ اسلام نے جارحانہ جنگ کا حکم دیا ہے اور اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ اسلام عالمگیر صلح اور امن کا پیغام ہے۔ وہ صرف مدافعانہ جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تمام لڑائیاں مدافعانہ تھیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے پہلے کفار نے تلوار چلائی اور مسلمانوں نے مجبور ہو کر اپنی اور دین کی حفاظت کے لیے تلوار سے ان کا جواب دیا اور یہ بات دُنیا میں کسی کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے۔

ایسی آیتوں کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہر مسلمان شہادت کا آرزومند ہو گیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمنا کی اور فرمایا: لوددت ان اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی یعنی میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں ...... غرض شہادت سے میرا جی نہ بھرے۔ یہی جذبہ آپ نے تمام صحابہؓ میں پیدا کر دیا۔

حضرت حنظلہؓ اپنے مکان میں غسل کر رہے تھے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سُنی جس سے بے چین ہو گئے۔ چنانچہ غسل پورا نہیں کیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور شہید ہو گئے۔

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں دیا۔ ایک کافر نے ان کا ہاتھ کاٹ دیا تاکہ جھنڈا گر جائے لیکن انھوں نے اسے دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا تو انھوں نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کو ملا کر جھنڈے کو سینہ سے چمٹا لیا اور گرنے نہ دیا۔ آخر جب اس نے ان کو تیر مار کر شہید کر دیا تو وہ جھنڈا گرا جسے دوسرے مسلمان نے اُٹھا لیا۔ انھوں نے اپنی زندگی میں جھنڈا گرنے نہ دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایرانی

سپہ سالار کو جو خط لکھا اس کا یہ جملہ قابل لحاظ ہے۔ "فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر" یعنی میرے ساتھ جو لوگ ہیں ان کے نزدیک موت ایسی ہی محبوب ہے جیسے ایرانیوں کے نزدیک شراب اس لیے ان کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ترقی اور سربلندی کا راز یہی تھا۔ جو لوگ جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور موت سے نہیں گھبراتے وہ دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف جو لوگ موت سے ڈرتے اور جانی قربانی سے دریغ کرتے ہیں وہ بزدل ہو جاتے ہیں اور کسی خطرہ کی تاب نہیں لاسکتے جو قومیں مرنا جانتی ہیں وہی زندہ رہتی ہیں۔ اور جو موت سے بھاگتی ہیں وہ فنا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دوسری قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکا کھانے کی رکابی پر گراکرتا ہے۔ یہ سُن کر صحابہؓ نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا تمھاری تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن تم میں "وہن" پیدا ہو جائے گا یعنی "حب الدنیا وکراھیۃ الموت" (دنیا کی محبت اور موت سے نفرت) دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کی وجہ سے تم دین کے لیے جانی قربانی سے اعراض کرو گے اور بزدل بن جاؤ گے۔ جس سے فائدہ اُٹھا کر دوسری قومیں تم کو زیر کر لیں گی۔

قرون اولیٰ میں یہ شوق شہادت صرف مردوں سے مخصوص نہیں تھا بلکہ عورتوں اور بچوں میں بھی اسی قدر پایا جاتا تھا جس کی بکثرت مثالیں ہیں جن کو اتنے قلیل وقت میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے اس جذبہ کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ "من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر" یعنی مومنوں میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انھوں نے اللہ سے کیا تھا۔ پس ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی میعاد پوری کر چکے راہ خدا میں شہید ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو منتظر ہیں یعنی کسی سبب سے ان کو ابھی جانی قربانی پیش کرنے کا موقع نہیں ملا ہے اس لیے وہ آئندہ موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔

دنیا دار المحن اور زندگی ایک رزم ہے

اسلام ایک پیغامِ عمل ہے جو انسان کو زندگی کی تمام مشکلات پر غالب آنے کا پروگرام دیتا ہے۔ اس نے انسان کو آگاہ کر دیا ہے کہ "ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات فبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ ہم تم کو ضرور آزمائیں گے خوف اور بھوک اور مال اور جان اور پیداوار یا اولاد کے نقصان سے۔ پس ان صبر کرنے والوں کو بشارت دو جو مصیبت نازل ہونے پر کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یعنی زندگی میں انسان کو ہر قسم کے خطرات پیش آئیں گے اور اسے ہر قدم پر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پس جو لوگ ان مشکلات میں راہ راست پر ثابت قدم رہیں اور اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھیں ان کے لیے بشارت ہے

صبر کا مطلب صرف زبان سے انا للہ کہنا نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم میں تین باتیں داخل ہیں یعنی نیکی پر قائم رہنا۔ بدی سے بچنا اور ان دونوں کاموں میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا مقابلہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی پوری زندگیاں صبر کا عملی نمونہ ہیں۔ ہر قسم کی شیطانی طاقتوں نے ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور کوئی ظلم ایسا نہیں تھا جو ان پر نہ کیا ہو لیکن وہ اپنے اصول سے بال بھر نہ ہٹے اور باطل سے نہ دبے اور اس آیت کے مصداق بنے۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین

پس اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبت نازل ہوئی اس کی وجہ سے وہ سست کمزور اور مرعوب نہیں ہوتے اور اللہ صبر کرنے والوں یعنی حق پر قائم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اسی مجسمۂ صبر پیغمبرؐ کے نواسے تھے۔ آپ بھی اپنے جلیل القدر اور عدیم المثال ناناؐ کے نقش قدم پر چل کر ہر آزمائش میں پورے اُترے اور صبر و استقلال کا ایسا پائدار سبق دے گئے جسے دُنیا تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی نہ بھلا سکی۔

امام حسینؓ ۳ شعبان سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے دوسرے صاحبزادے اور امام حسنؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں نواسوں سے نہایت محبت تھی۔ آپؐ ان کو کاندھوں پر چڑھاتے اور سینہ پر بٹھاتے تھے۔ اگر آپؐ سجدہ میں ہوتے اور حسنؓ یا حسینؓ پشت مبارک پر آجاتے تو آپ سجدہ کو طول دیتے تھے۔ اور اس وقت تک سر مبارک نہ اُٹھاتے تھے جب تک کہ بچہ خود علیحدہ نہ ہو جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران میں حسنؓ یا حسینؓ مسجد میں داخل ہوتے اور زمین پر گر جاتے تو آپؐ منبر سے اُتر کر ان کو اُٹھاتے اور پھر منبر پر تشریف لے جاتے۔ آپؐ نے فرمایا "الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ "الحسین منی وانا من الحسین" حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔

سنہ ۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت امام حسینؓ سات برس کے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد پر آپ کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے حسنؓ اور حسینؓ کو اپنے بیٹے عبداللہؓ سے زیادہ حصہ دیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں دونوں صاحبزادے جوانی کی حدود میں قدم رکھ چکے تھے اس لیے جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ سنہ ۴۰ھ میں جب حضرت علیؓ ایک خارجی کی تلوار سے شہید ہوئے تو امام حسنؓ ان کے جانشین ہوئے لیکن امیر معاویہؓ والیِ شام کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ان کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور امیر معاویہؓ دُنیائے اسلام کے بلا شرکت غیرے حکمران ہو گئے۔

امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا اور اپنی زندگی میں تمام دنیائے اسلام سے اس کی بیعت کرالی۔ لیکن امام حسین اور دیگر چند حضرات نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اسے خلافت کا مستحق نہ سمجھتے تھے۔

امیر معاویہ نے اپنی وفات کے وقت یزید کو وصیت کی کہ حسینؓ نے تیری بیعت نہیں کی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اہل عراق ان کو تیرے مقابلہ پر کھڑا کریں گے۔ اگر تجھے ان پر غلبہ حاصل ہو تو ان کو ہلاک نہ کیجیو۔ یزید نے اس نصیحت کو قبول کیا۔

یزید نے تخت خلافت پر بیٹھ کر حاکم مدینہ

ہ حکم دیا کہ حسینؓ سے بیعت لو۔ یزید کا یہ حکم کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام عالم اسلام اسے خلیفہ تسلیم کر چکا تھا ور اس کے والد کی وصیت بھی یہی تھی کہ سینؓ سے بیعت کا مطالبہ کیا جائے۔ چنانچہ ں نے صرف بیعت کا مطالبہ کیا اور امام سینؓ کے قتل کا کوئی حکم صادر نہیں کیا۔ مام حسینؓ نے حاکمِ مدینہ کے مطالبہ کو رد کردیا ور مدینہ سے مکہ چلے گئے۔

اہلِ کوفہ کو جب امیر معاویہؓ کے انتقال ور یزید کی تخت نشینی کا علم ہُوا تو انھوں نے یہ سمجھ کر کہ یزید اپنے باپ جیسا بر اور زور دار نہیں ہے اور اس کا مقابلہ رنا آسان ہے متعدد خطوط اور قاصد بھیج کر مام حسینؓ سے درخواست کی کہ آپ یہاں شریف لائیے۔ ہم یزید کی خلافت سے بیزار یں اور آپ کو جائز خلیفہ سمجھتے ہیں اور آپ ی حمایت میں یزید کا مقابلہ کرکے اسے معزول ر دیں گے۔

امام حسینؓ کے دوستوں نے اُن کو بہت مجھایا کہ آپ کوفیوں کا بالکل اعتبار نہ کیجیے متلوّن مزاج ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کے لد اور بھائی کا ساتھ نہ دِیا وہ آپ کے ھی وفادار نہیں ہو سکتے۔ آج وہ آپ کو عوت دے رہے ہیں اور کل آپ کو آنکھیں ھائیں گے۔

امام حسینؓ نے خود روانہ ہونے سے پہلے ظرِ احتیاط اپنے عمزاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل ن ابی طالب کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے الات کی جانچ کرکے اطلاع دیں کہ اہل کوفہ ے بیان میں کس قدر صداقت ہے اور الات کے سازگار ہونے کی صورت میں و کوفہ جائیں۔

اہل کوفہ نے بڑے جوش سے حضرت سلم کا خیر مقدم کیا اور کثیر تعداد میں ان بیعت کی جس سے متاثر ہو کر انھوں نے م حسینؓ کو لکھ دیا کہ یہاں کے حالات افق ہیں۔ تمام باشندے آپ کے طرفدار جاں نثار ہیں۔ لہٰذا آپ تشریف لے آئیے انچہ امام حسینؓ اپنے اہل و عیال اور رفقاء کو کر جن کی تعداد ستر کے قریب بتائی جاتی ہے مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب یزید کو حضرت مسلم کی جد و جہد اطلاع ہوئی تو اس نے ابن زیاد کو کوفہ حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ مسلم کی تحریک ستیصال کرو اور حسینؓ کو کوفہ آنے سے ے روکو۔ یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ اس نے ابن زیاد کو بھی امام حسینؓ کے قتل کا حکم نہیں دیا۔

ابن زیاد نے کوفہ آکر حضرت مسلم کے حامیوں کو ایسی سخت دھمکیاں دیں کہ سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہی لوگ جو خیر خواہی اور جان نثاری کے بلند بانگ دعوے کر رہے تھے ڈر کر گھروں میں بیٹھ گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ حضرت مسلم مجبوری اور مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت وہ حسرت کے ساتھ کہتے تھے کہ کاش کوئی امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی غدّاری سے آگاہ کر دے تاکہ وہ یہاں آنے کا قصد نہ کریں۔

امام حسینؓ کو راستہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی لیکن آپ نے واپسی کی بجائے سفر جاری رکھا۔ جب ۲ محرم ۶۱ھ کو آپ کربلا پہنچے جو کوفہ سے ۳۳ میل کے فاصلہ پر ہے تو حکومت کے لشکر نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے صلح کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور مطالبہ کیا کہ آپ کو یزید کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ آپ اس سے براہ راست گفتگو کر لیں یا اجازت دی جائے کہ آپ ترکِ وطن کرکے جس ملک میں چاہیں چلے جائیں لیکن آپ کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور آپ کے سامنے صرف دو صورتیں رکھی گئیں یعنی یزید کی بیعت یا جنگ۔ آپ نے ایسی غیر مشروط بیعت یا اطاعت سے انکار کر دیا۔ جب آپ کو یقین ہوگیا کہ جنگ کے بغیر فیصلہ نہیں ہوگا تو آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ مَیں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم بھی اپنی جانیں خطرے میں ڈالو۔ تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ لیکن سب نے متفق ہو کر کہا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ زندگی بھر آپ کے ساتھ رہنے کے بعد خطرے میں آپ کو چھوڑ دیں۔

۱۰ محرم کو لڑائی کا بازار گرم ہُوا۔ امام حسینؓ اور آپ کے رفقاء نے شجاعت کے جوہر دکھا کر اپنی دیرینہ روایات کو زندہ کیا۔ لیکن مٹھی بھر آدمی ایک فوج کا مقابلہ کیونکر کر سکتے تھے۔ امام حسینؓ اور آپ کے بیٹے۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ قرابت دار اور دیگر رفقا شہید ہوئے۔ مردوں میں آپ کے صرف ایک فرزند امام زین العابدینؒ زندہ بچے کیونکہ وہ بیماری کے سبب سے جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

اس کے بعد امام حسینؓ کے پسماندگان پہلے کوفہ اور پھر دمشق بھیجے گئے۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح خبر رسانی کے ذرائع نہیں تھے اس لئے یزید کو کربلا کے واقعات کا علم نہیں تھا۔ جب اسے معلوم ہُوا کہ امام حسینؓ اور آپ کے رفقا شہید کر دیئے گئے تو وہ چونک پڑا اور اُس نے قاتلوں سے کہا کہ مَیں نے تم کو حسینؓ کے قتل کا حکم کب دیا تھا۔ تم کو چاہیے تھا کہ ان کو گرفتار کرکے میرے پاس لاتے تاکہ مَیں خود ان سے براہ راست گفتگو کر لیتا۔ خدا کی لعنت ابن زیاد پر جس نے یہ ظلم کیا۔ یہ کہہ کر اُس نے قاتلوں کو دربار سے نکال دیا۔ اور امام حسینؓ کے اہل و عیال کو محل میں بھیج دیا۔ محل میں اس حادثہ سے کہرام مچ گیا۔ یزید اور اس کے خاندان نے تعزیت کی رسمیں ادا کیں۔ امام زین العابدین اور ان کے ہمراہی دو ہفتے یزید کے مہمان رہے۔ اس کے بعد یزید نے ان کے تمام مالی نقصان کی تلافی کرکے ان کو احترام کے ساتھ مدینہ منوّرہ واپس بھیج دیا۔

یہ ہے واقعہ کربلا جس کی یادگار آج دُنیائے اسلام میں منائی جا رہی ہے لیکن افسوس ہے کہ جس طرح مسلمانوں کے دوسرے اعمال دین کی حقیقی روح سے عاری ہوگئے ہیں اسی طرح عشرہ محرم کی یادگار بھی محض ایک رسم بن گئی ہے جس سے کسی قسم کا دینی اور دُنیوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور کوئی شخص اتنا بھی نہیں سوچتا کہ امام حسینؓ اور آپ کے رفیقوں کی شہادت سے ہم کو کوئی سبق بھی ملتا ہے یا نہیں۔ کیا اس کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کپڑے پھاڑیں۔ بال نوچیں۔ سینہ کوبی کریں۔ آگ میں کودیں۔ چلّائیں اور ڈھول بجائیں اگر امام ہمام کی شہادت کا تقاضا یہی ہے تو میرے نزدیک یہ ان کی سب سے بڑی تنقیص ہے۔

(دوسری قسط میں ہم امام حسینؓ کی شہادت سے مسلمانوں کو جو سبق ملتے ہیں ان کا ذکر کریں گے)

شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید و تبصرہ

پیش کردہ ارکانِ بورڈ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳

دفعہ ۳

یک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے۔

تنقید و تبصرہ :- ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے بارے میں اسلام کے احکام نہایت واضح ہیں۔ اسلام نے کبھی اس مذموم اور قبیح فعل کو اچھی طرح سے نہیں دیکھا ہے۔ علماء اسلام نے ہر دور میں اس کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ تو لیڈ امتِ مسلمہ میں سے کوئی بھی عالم ایسا نہیں گذرا ہوگا جس نے اس قبیح رسم کو اچھا سمجھ کر اس کی اہمیت افزائی کی ہو۔ تمام علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ بدعی طلاق ہے۔ جہاں تک ہو سکے۔ اس قبیح رسم کو بند کر دینا چاہئے۔ کیونکہ نصوصِ صریحہ کی بناء پر یہ فعل معصیت اور بدعت ہے۔ تمام علمائے امت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ فعل اس طریقے کے خلاف ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے طلاق کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس سے اہم مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دیں تو حضور غصہ میں آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا

ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظہرکم

ترجمہ :- کیا اللہ عزوجل کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے۔ حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔

بعض دوسری احادیث میں بہ تصریح کہ حضور نے اس کو معصیت فرمایا ہے اور حضرت عمر کے متعلق تو بیان کیا ہے روایات میں آیا ہے کہ ان کے پاس جو شخص مجلس واحد میں تین طلاق دینے والا آتا تو وہ اس کو درے لگاتے تھے ہم جانتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہ طریقہ عام ہو گیا ہے کہ لوگ کسی فوری جذبے کے تحت اپنی بیویوں کو تین طلاق دے دیتے ہیں پھر نادم ہو کر شرعی حیلے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کوئی جھوٹی قسمیں کھا کر طلاق سے انکار کرتا ہے کوئی حلالہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کوئی طلاق کو مخفی رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ بدستور سابق تعلقات باقی رکھتا ہے۔ اس طرح ایک گناہ کے جواز سے بچنے کے لئے متعدد دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ان خرابیوں کا سدباب کرنا ہمارے نزدیک از حد ضروری ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خرابیوں کے سدباب کے لئے یہی ایک صورت ممکن ہے کہ تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے۔ اور وہ بھی ایسی ہو جس سے اگر جمہور امت کے متفقہ فیصلہ کو ٹھکرایا جائے تو کوئی پروا نہیں۔ مگر اپوا اور وزرائے عظام کی بیگمات ناراض نہ ہوں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ اور شافعیؒ۔ امام احمدؒ جیسے اکابرین امت اور اساطین دین اور جلیل القدر مذہبی پیشواؤں کے متفقہ فیصلہ کو یکدم منسوخ کر کے کہیں دوسری جگہ سے رہنمائی حاصل کرنا امت کے لئے موجب خیر و برکت نہیں بلکہ ہلاکت اور تباہی کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم امت کا متفقہ فیصلہ اس باب میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ تین طلاقوں کو روکنے کے لئے مجوزہ دفعہ دینی حیثیت سے کسی طرح بھی مفید نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی اور صورتیں ممکن ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ ان ہی کے ذریعہ اس رسم کا انسداد کرے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک وقت تین طلاقیں دے دے۔ تو اس میں علماء کا اگرچہ اختلاف ہے۔ مگر جمہور صحابہؓ و تابعین اور ائمہ مذاہب اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ تینوں طلاق شمار کی جائیں اور عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ (نووی شرح ج ۱ ص ۴۷۸)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس پر ایک قسم کا اجماع بھی ہوا تھا۔ کیونکہ صحابہ کے حضور میں حضرت عمرؓ کا تین طلاقوں کو نافذ اور مغلظ قرار دینا۔ صحابہؓ کا اس پر سکوت کرنے اجماع حکم میں شمار کیا جا سکتا ہے اسلامی فقہ کے بعض ماہرین نے یہاں تک تصریح کر دی ہے کہ اگر حکومت اس کے خلاف تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق کر کے فیصلہ کر بھی دے مگر وہ نافذ نہیں ہے۔ علامہ شامی فتح القدیر سے نقل کر کے لکھتے ہیں :-

ولو حکم حاکم بانها واحدة لم ینفذ حکمه

(اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے بارے میں ایک ہی طلاق کر کے فیصلہ کر دے تو یہ نافذ ہی نہیں ہے)

روایات میں بھی یہ تصریح آتی ہے کہ ابن عمر نے جب اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو حضور نے اس کو تنبیہ کرتے کہ ابن عمر تم نے غلط طریقہ اختیار کیا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو۔ پھر ایک ایک طہر پر ایک ایک طلاق دو۔ جب وہ تیسری مرتبہ پاک ہو جائے تو اس وقت یا طلاق دے دو یا اس کو روک لو۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بتایئے کہ اگر میں تین طلاق دے دیتا۔ تو کیا مجھ کو رجوع کا حق باقی رہتا ؟ حضورؐ نے فرمایا لا کانت تبین و تکون معصیة "نہیں وہ جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔"

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہو گیا کہ تین طلاقیں دیدینا گناہ ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر یک وقت تین طلاقیں دیدی جائیں تو تینوں ہی واقع ہو جائیں گی۔ اور اس کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا ہے۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ تین طلاقوں کے بعد شرعاً جب عورت مغلظہ ہو جاتی ہے اور زوج کو حق رجوع باقی نہیں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حکومت کا فیصلہ بھی اس کے خلاف نافذ نہیں تو عورت کو تین طلاق دینے کے بعد کسی قانون کی رو سے اپنے پاس رکھا جا سکے گا ؟ اس پر بھی جب وہ اسے اپنے پاس رکھ کر اس کے ساتھ زن و شوہر کے سابق تعلقات بحال رکھے تو کیا ان دونوں سے جو اولاد ہو گی وہ جائز اولاد ہو گی یا حرامی اولاد ؟ اس لئے ہمارے نزدیک صحیح یہ طریقہ ہے کہ تین طلاق دیدینے کے بعد زوج کو رجوع کسی طرح بھی حاصل نہ ہو۔ البتہ اس قبیح رسم کا انسداد کسی دوسری طریقہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ جس کے لئے حکومت علماء کے مشورے سے مناسب اقدام کر سکتی ہے ہمارے خیال میں اس کے لئے ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مطلقہ عورت کو جسے یک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں زوج پر عدالت میں دعویٰ دائر کرنے کا حق دیا جائے اور عدالت کے ثبوت سے زوج پر جرمانہ مقرر کر دیا جائے۔ اس کے لئے ہمارے پاس حضرت عمرؓ کے عمل کی نظیر موجود ہے۔ ان کا طریقہ تھا کہ جب ان کے ہاں ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینے والے شخص کا مقدمہ آتا تھا تو وہ طلاق کو نافذ کر کے ایسے شخص کو سزا دیتے تھے تو زجراً اگر آج بھی یہ کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا۔

دفعہ ۴

(عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ زوج کو طلاق دیدے)

تمہید برائے تنقید

(۱) یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف مذہب اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو وہ تمام حقوق دیئے ہیں جو فطرتاً عورتوں کو حاصل ہیں۔ اور عورتوں کے اپنے منصب کے لحاظ سے ان کے جائز مقدار میں انسانی معاشرہ اور تمدنی زندگی میں عورت کی جو قدر و منزلت ہے وہ اسلام اور صرف اسلام کی خصوصیت ہے دنیا کے تمام مذاہب اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کی حالت چوپایوں اور جانوروں سے کچھ بھی مختلف نہ تھی۔ مال و متاع کی طرح تقسیم کی جاتی تھیں۔ مخلوق خدا میں بدترین مخلوق سمجھ کر ان پر انتہاء مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ ان کی قدرتی پیدائش مہربان باپ کے لئے وبال جان بن جاتی تھی اور پیدائش کے بعد یا اسے زندہ درگور کر دیتا یا اسے ذلت کی زندگی بسر کرنا پڑتی۔ اسلام نے آکر اس قسم کے حیا سوز مظالم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور عورت کو حیوانیت کے مقام سے اٹھا کر انسانی عزت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ مال و متاع کی طرح تقسیم ہو۔ خود مرد کے ساتھ انسانی حقوق کی تقسیم میں مساوی طریقہ سے شریک ٹھہری۔

(۲) اسلام کے قانون ازدواج میں زوجین کے لئے نہایت عدل و انصاف کے ساتھ واضح حقوق اور اختیارات متعین کئے گئے ہیں۔ حقوق کی حفاظت اور اختیارات کے استعمال کے لئے قواعد و حدود متعین کئے گئے ہیں۔ تعدی کی صورت میں خواہ وہ مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے دادرسی کا مکمل انتظام کیا گیا ہے لہٰذا مسلمانوں کیلئے کسی نئے قانون کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اصلی ضرورت اس چیز کی ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اپنی صحیح صورت میں نافذ کیا جائے اور اس کو صحیح طریقہ سے نافذ کیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ازدواجی زندگی میں جو بے اعتدالیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ سب اسلامی قانون ازدواج کے نفاذ سے دور ہو جائیں گی۔ آج مسلمانوں کے گھروں میں جو ازدواجی زندگی میں تلخی اور تباہی رونما ہوئی ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلامی قانون ازدواج میں حقوق کی تقسیم اور اختیارات کے استعمال کے لئے حدود مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں میں دینی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے جس کی بدولت مسلمان اسلام کے قانون ازدواج سے اس حد تک بیگانہ ہو چکے ہیں کہ آج اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس قانون کے معمولی مسائل تک سے ناواقف ہیں اور دوسری طرف غیر اسلامی تمدن کا اثر ہے جس کی بدولت مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلامی زوجیت کا تصور ہی مٹ چکا ہے

(۳) اسلامی قانون ازدواج میں جہاں اور بہت سی چیزیں اہمیت رکھتی ہیں وہاں یہ چیزیں بھی حد سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ کہ خانگی زندگی میں نظم و نسق ہو اور یہ نظم برقرار رہے بھی۔ جو زوجین میں سے کسی ایک کو قوام بنانے کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مرد اور عورت اگر دونوں مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھتے ہوئے تو خانگی زندگی میں بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی امر ہے جیسی فی الواقع ان قوموں میں ہوں جنہوں نے عملاً زوجین کے درمیان غیر فطری مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ اسلئے اسمیں فطرت انسانی کا لحاظ کر کے زوجین میں سے ایک کو قوام اور صاحب امر اور دوسرے مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ قوامیت کے لئے اس نے اس فریق کا انتخاب کیا جو فطرۃً اس درجہ عالم وجود میں آگیا تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض

مرد عورتوں پر اس بناء پر قوام (حاکم) ہیں کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ یہی وہ درجہ ہے جو قانون ازدواج کی رو سے ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے زائد دیا گیا۔

"وللرجال علیہن درجۃ"

مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ زائد دیا گیا ہے اس تمہید کے پیش نظر ہم دفعہ ۶ پر جس میں عورت کو طلاق دینے کا مستقل حق مرد کی طرح دیا گیا ہے غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ کمیشن کے ارکان یا اسلامی قانون ازدواجی کے علم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یا ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اسلام نے ازدواجی زندگی کے لئے کوئی قانون بھی بنایا ہے یا اگر علم ہے تو دیدہ دانستہ اس قانون کو مغرب زدہ طبقہ کی خاطرداری کے لئے پس پشت ڈالا گیا ہے اور علماء اسلام کے مشوروں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے آج نئی نسلیں جو فرنگی تہذیب سے متاثر ہوئی ہیں ان کا حال یہ ہے

ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف

تو بہت زور سے پڑھتے ہیں۔ مگر للرجال علیہن درجۃ پر پہنچ کر ان کی آواز دب جاتی ہے اور جب الرجال قوامون علی النساء کا فقرہ سامنے آتا ہے تو ان کا بس نہیں چلتا ہے۔ کہ کس طرح اس آیت کو قرآن کریم سے نکالا جائے۔ وہ اپنے دل میں اس بات پر سخت شرمندہ ہیں کہ ان کے مذہب کی مقدس کتاب میں یہ آیت پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فرنگی تہذیب نے عورت اور مرد کی مساوات کا جو صور پھونکا ہے۔ اس سے وہ دہشت زدہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے دماغوں میں ان ٹھوس اور مستحکم عقلی صورتوں کو سمجھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے۔ جن پر اسلام نے اپنا نظام معاشرت قائم کیا ہے۔ اسلامی قانون ازدواجی سے معمولی واقفیت رکھنے والے لوگ ایک منٹ کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ مرد کی طرح عورت کو بھی طلاق دینے کا حق یا اختیار حاصل ہے۔ یہ حق اسلام نے صرف اور صرف مرد کو دیا ہے۔ عورت کو اس حق سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے مصالح اور حکم ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اس امر پر چونکہ زیادہ زور دے رہا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلق جب ایک دفعہ قائم ہو جائے تو پھر امکانی حد تک اسے برقرار رکھا جائے۔ تو جہاں تک ہو سکے اس کو مستحکم بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے طلاق کو بہت مبغوض قرار دیا ہے۔

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق

تمام مباح چیزوں میں طلاق اللہ کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے

تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات۔

نکاح کرو اور طلاقیں زیادہ مت دو۔ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں سے محبت نہیں رکھتا ہے۔ اور یہ استحکام اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ طلاق دینے کا اختیار زوج کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے ان حقوق سے دستبردار ہونے کا اختیار بھی اسے مخصوص طور پر دینا چاہیئے اگر عورت اسلام کے قانون ازدواج کے تحت طلاق کی مختار ہوتی تو مرد کا حق ضائع کرنے پر دلیر ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مال صرف کر کے کوئی چیز حاصل کرے گا وہ صرف اس وقت چھوڑے گا جب اس کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے گا لیکن اگر مال صرف کرنے والا ایک ہو اور ضائع کرنے کا اختیار دوسرے کو دیا جائے تو یہ امید بہت کم رکھی جا سکتی ہے۔ کہ یہ شخص اپنے اختیار کے استعمال میں اس شخص کے مفاد کا لحاظ کرے گا جس نے مال صرف کیا ہے۔ اس لئے زوج حتی الامکان طلاق دینے میں بڑے احتیاط سے کام لے گا۔ بخلاف عورت کے۔ اس کو طلاق دینے کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہ اختیار عورت کے۔ اس طلاق دینے کے بعد کچھ لینا پڑتا ہے اور دینا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اگر یہ اختیار عورت کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ تو اس قدر طلاق کی کثرت ہوگی کہ ازدواجی زندگی میں نظم و نسق درہم برہم ہو کر رہے گا۔ پس

مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف مرد کے جائز حقوق کی حفاظت ہے بلکہ اس میں ایک مصلحت یہ بھی مضمر ہے کہ کثرت طلاق کی وبا نہ پھیلے۔

اس کے علاوہ اسلام کے قانون ازدواج نے کتاب اللہ اور سنت رسول کی تصریحات کی روشنی میں طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف مرد ہی کو دیا ہے کیونکہ اسلام نے مرد کو قوام بنا دیا ہے۔ اور قوام ہونے کی حیثیت سے طلاق دینے اور رشتہ ازدواج کو منقطع کرنے کا حق اس کی ملکیت خاص قرار دی گئی ہے۔ اور یہی وہ درجہ ہے جو مرد کو عورت سے زائد ملا ہے۔ اگر اس کو بھی عورت کے سپرد کر دیا جائے تو بتلایئے وللرجال علیھن درجۃ کا معنی اور مطلب کیا ہوگا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مسئلہ طلاق کا ذکر آیا ہے۔ مگر کہیں بھی عورت کو طلاق دینے والی اور مرد کو طلاق دیا گیا ہے نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ بتلایا گیا ہے کہ طلاق دینے والا مرد ہوگا اور طلاق دی گئی عورت ہوگی۔

حسب ذیل چند آیتیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

(۱) الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان

رجعی طلاق دو ہیں۔ اس کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو بھلے طریقے سے یا اپنے ساتھ روک رکھے یا بھلے طریق سے رخصت کر دے۔

(۲) فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ

مرد اگر عورت کو تیسری طلاق دیدے تو پھر یہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح کر کے بعد صحبت جماع کے بعد طلاق حاصل کرے اور عدت بھی گزر جائے۔

(۳) لا جناح علیکم ان طلقتم النساء

اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا۔

(۴) وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن

اگر تم عورتوں کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دو۔

(۵) اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن

جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر ان کی عدت پوری ہو جائے۔

(۶) یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دے دو۔

(۷) فطلقوھن لعدتھن

عورتوں کو وقت عدت تک طلاق دو۔

یہ چند آیتیں ہیں جو بطور مشت نمونہ از خروارے ۲۴

۲۴ پیش کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد جگہ یہ مسئلہ صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں طلاق دینے کا حق مرد کو دیا گیا ہے۔ عورتیں اس سے محروم ہیں۔

رہا یہ کہ اگر عورت کو طلاق کے ذریعہ سے ظالم زوج کے پنجے سے رہائی حاصل کرنے کا اختیار نہ دیا جائے تو عورت ظلم میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال قطعاً غلط ہے۔ اسلام کے قانون ازدواج میں ایسی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر ظلم تک نوبت پہنچے تو عدالت کے ذریعہ سے عورت خلع کا حق استعمال کر کے رہائی حاصل کر سکتی ہے۔ حق طلاق کے بارے میں اسلامی قانون کی تصریحات معلوم ہو گئیں۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ عورت کو بھی یہی حق حاصل ہے کہ وہ زوج کو طلاق دے سکے۔ ان سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کونسے آسمانی مذہب کا قانون ہے۔ اسلام نے تو اس سے بیزاری ظاہر کر دیا ہے اور مسلمان کیلئے دوسرے مذاہب قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تو آخر مسلمانوں کے لئے اسلامی دفعات نا مناسب کی بحث میں سفارشات کی رپورٹ میں یہ دفعہ کس قانون کے ماتحت رکھی ہے۔

بہرحال شادی کمیشن کی سفارشات کے مذکورہ بالا دفعات کو اسلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے۔ نہ وہ اس قابل ہیں کہ کتاب و سنت پر مبنی عائلی قوانین کے لئے سفارشات بن سکیں۔ اس لئے ہم حکومت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ بالا دفعات کو قانونی حیثیت دے کر تسلیم نہ کرے بلکہ علماء کے مشورے سے ان سفارشات میں اصلاحات کر کے ملک کو غیر معمولی انتشار سے بچائے۔

ضروریات وضو اور نماز

از جناب حافظ سرفراز حسین صاحب مدرسہ اشاعت القرآن جامع مسجد غلہ منڈی چیچہ وطنی

نماز میں بعض ایسی چیزیں ہیں۔ جن کے چھوٹ جانے سے نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض ایسی چیزیں ہیں جن کے ادا نہ ہونے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ اگر سجدہ سہو ادا نہ کیا تو نماز ٹوٹ جاتی ہے بعض چیزیں سنت ہیں۔ جن کے ادا نہ کرنے سے نماز میں بہت بڑا نقص آتا ہے اور نماز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض چیزیں فاسد نماز کہلاتی ہیں۔ بعض چیزیں مکروہات نماز کہلاتی ہیں۔ جن کا جاننا ہر مسلمان نمازی کا فرض عین ہے۔

فرائض وضو۔ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔ اول دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔ دوسرے منہ دھونا ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک پیشانی کے بالوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک۔ تیسرے سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرنا۔ چوتھے ٹخنوں سمیت دونو پاؤں دھونا ان چار چیزوں میں اگر کسی حصہ کی جگہ بال برابر تک بھی خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

سنن وضو :۔ گیارہ چیزیں وضو میں سنت ہیں (۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے دونوں ہاتھ دھونا (۴) کلی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) ہر عضو کو تین بار دھونا (۸) تمام سر اور کانوں کا مسح کرنا (۹) داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔ پے در پے اعضائے وضو کو دھونا۔ ایک کے خشک ہونے سے پہلے ہی دوسرا دھو لیا جائے۔ (۱۱) ترتیب وار وضو کرنا۔

مستحبات وضو :۔ وضو میں سات چیزیں مستحب ہیں۔ (۱) گردن کا مسح کرنا (۲) قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا (۳) کلمہ شہادت پڑھنا (۴) ہر عضو کو مل مل کر دھونا (۵) داہنی طرف سے شروع کرنا۔ بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (۷) اپنے آپ وضو کرنا یعنی کسی دوسرے سے مدد لینا۔

مکروہات وضو :۔ وضو میں پانچ چیزیں مکروہ ہیں۔ (۱) ناپاک جگہ وضو کرنا۔ (۲) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۳) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (۴) خلاف سنت وضو کرنا (۵) پانی زیادہ بہانا (۶) نواقض وضو۔ وضو کے توڑنے والی چیزیں (۱) پاخانہ یا پیشاب کرنا (۲) ریح و منی مذی کیڑے یا کنکری کا نکلنا (۳) خون و پیپ کا نکل کر بہہ جانا (۴) منہ بھر کر قے کرنا (۵) ٹیک لگا کر سو جانا۔ (۶) مست اور بے ہوش ہو جانا (۷) رکوع اور سجدے والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔ نوٹ :۔ یاد رہے کہ نماز میں نماز کی ہیئت پر سو جانے یا اونگھ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

فرائض غسل :۔ غسل میں صرف تین فرض ہیں (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن پر ایکبار پانی بہانا

سنن غسل۔ غسل میں حسب ذیل باتیں سنت ہیں۔ پہلے لگی ہوئی نجاست دھونا پھر پاک ہونے کی نیت کرنا۔ وضو کرنا۔ تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔ بدن کو اچھی طرح ملنا۔ جمعہ کے دن نماز سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔ اسی طرح دونوں عیدوں کو اور احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے جو کافر مسلمان ہونا چاہے اسے بھی پہلے غسل کرا دینا چاہئے

فرائض نماز :۔ نماز میں یہ چیزیں فرض ہیں (۱) جگہ کا پاک ہونا (۲) بدن کا پاک ہونا (۳) کپڑوں کا پاک صاف ہونا ستر عورت یعنی ننگیز چھپانا۔ مردوں کو ناف سے گھٹنوں تک عورت کو سوائے ہتھیلیوں اور چہرے اور قدموں کے تمام بدن ۲۴

۲۴ ڈھانپنا (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) نیت کرنا تکبیر تحریمہ (۸) قیام (کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) (۹) قرأۃ یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر قرآن پڑھنا (۱۰) رکوع کرنا۔

(۱۱) دونوں سجدے (۱۲) [illegible]

بچوں کا صفحہ

علم کے فائدے

شریف احمد قاسمی متعلم اردو سیکشن جامعہ قاسمیہ مراد آباد

انسان کی ظاہری آنکھیں تو صرف دو ہی ہوتی ہیں۔ لیکن باطنی طور پر اس کو دل و دماغ کی آنکھوں سے بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ دل اور دماغ کی آنکھیں ایک چشمہ کی محتاج ہیں۔ جس کو ہم علم کہہ کر پکارتے ہیں۔ علم کے بغیر انسان قریب قریب حیوان ہی کے برابر ہوتا ہے۔ اس کو نظر نہیں آ سکتا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور خود اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ علم ایک شمع ہے۔ جس کے بغیر انسان اندھیرے میں رہتا ہے۔ وہ زندگی کی کش مکش کو پہچاننے سے بھی قاصر رہتا ہے۔ جس طرح سے آدمی اندھیرے میں ٹٹول کر اور دوسری چیزوں کے سہارے سے چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح ایک جاہل انسان بھی زندگی کے ہر پہلو پر دوسروں کا سہارا تکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ تجارت کرنے میں وہ اپنے نفع و نقصان کا پتہ نہیں لگا سکتا۔ خط و کتابت سے معذور رہتا ہے۔ ملکی اور غیر ملکی خبروں کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ اپنے ہی عزیز اور غیر رشتہ داروں کی خیریت سے بھی بے خبر رہتا ہے۔ علم کے بغیر مذہبی اور دنیاوی سب ہی فائدوں سے محروم رہتا ہے۔

انسان نے دنیا میں لاتعداد چیزیں ایجاد کی ہیں۔ مثلاً گاڑیاں۔ ہوائی جہاز۔ تار۔ ٹیلیفون۔ ریڈیو تو پیں اور بم یہ سب علم ہی کی بدولت ہے۔ علم کی روشنی سے انسان کو خدا کی بہت سی نعمتیں جو پوشیدہ تھیں نظر آنے لگیں۔ جب اس نے علم کی عینک لگائی۔ تو اجتماعی زندگی بسر کرنے کے قاعدے اور فائدے دونوں نظر آنے لگے۔ طب، ڈاکٹری اور ویدک کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچایا اور مخلوق کی خدمت کی یہ بھی اسی عینک سے نظر آیا۔ زمانہ قدیم میں یونان اور مصر نے جو ترقیاں حاصل کیں۔ وہ سب علم کی روشنی میں حاصل ہوئیں۔

علم اگر نہ ہوتا تو جس طرح بھیڑ بکریاں، گائے بھینسیں اور دیگر جانور اپنے معمول کے مطابق روزانہ کھاتے پیتے، اور سو جاتے ہیں اور ان کی زندگی اور طرز زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اسی طرح انسان بھی ایک جانور ہی تھا۔

علم قدرت کی ایک بیش بہا دولت ہے اس کا حاصل کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں۔ علم فقط لکھ لینے اور پڑھ لینے کو نہیں کہتے۔ علم کے معنے ہیں جاننا۔ علم حاصل کرنے [illegible] پتہ مارنا پڑتا ہے سخت محنت اور نفس کشی بھی کرنی پڑتی ہے۔ کتابوں کو پڑھنا اور ان سے کچھ حاصل کر لینا۔ اُستاد کی عزت اور عظمت کا دل میں باقی رکھنا اور کسر نفسی کوئی آسان کام نہیں ہے

اگر عالم میں ہو سکتا حصول علم بے محنت
تو جاہل ساری دنیا کی کتابیں دھو کے پی جاتا

لیکن فائدوں کے سامنے حصول علم کی مشکلات کی کوئی قیمت نہیں اور سب ہیچ ہیں۔ جو عمل ایک جاندار کو جانور سے بدل کر انسان بنا دے۔ اس سے زیادہ قیمت اور کس چیز کی ہو سکتی ہے۔ نہ کسی سے اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں جب دلچسپیاں بڑھیں اور انسان نے راحت اور آرام میں کچھ اضافہ کرنے کے لئے ادبی ماحول پیدا کیا اور اپنے خیالات کو کچھ بندشوں کے ساتھ ایک نئے سانچے میں ڈھال کر بیان کیا۔ جس کو ہم شاعری کہتے ہیں۔ اس سے علم میں ترقی کے لئے کچھ اور راستے بھی ملے علم کے ان راستوں پر چلنے سے یہ فائدہ ہوا کہ انسان کا ذریعہ تفریح بھی نہایت مہذب و معقول بن گیا ہے۔ اتنا ضرور

کہا جا سکتا ہے۔ کہ انسان [illegible] سے بہت لاغر و شکست ہو گیا ہے۔ اور محنت کے مادے میں کچھ تخفیف ہو گئی۔ لیکن یہ اعتراض بھی اپنے اندر پختگی نہیں رکھتا ؂

علم و ہنر سے بڑھ کر دولت نہیں جہاں میں
تعریف اس کی پوری کوئی نہ کر سکے گا۔

(الجمعیتہ)

علم کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ علم جس کا تعلق اس جہان کے ساتھ ہے۔ اس کو مادیات کا علم کہتے ہیں۔ اس علم کی بدولت اس جہان کا نظام چل رہا ہے۔

۲۔ وہ علم جس کا تعلق مرنے کے بعد آنے والے جہان کے ساتھ ہے۔ یہ علم انبیاءً علیہم السلام کی وساطت سے مخلوق خدا کو ملتا ہے۔ اس علم کی برکت سے انسان اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتا ہے۔ یہ علم پہلے سے زیادہ اہم ہے۔ اس کا مجموعہ قرآن اور حدیث ہے۔ پہلی قسم کے علم کا تعلق اس چند روزہ زندگی سے ہے۔ اس علم کا تعلق مرنے کے بعد آنے والی بہت لمبی زندگی سے ہے۔

عزیز بچو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دونوں قسم کے علم حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اگر دونوں میں سے ایک کو انتخاب کرنے کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو آخرت سے تعلق رکھنے والے علم کو ترجیح دینے کی توفیق دے۔ آمین یا الٰہ العلمین

قرآن کی تعلیم سے انسان کے اندر خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ انسان خوف خدا ہی سے صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے۔ انسان کے اندر خوف خدا نہ ہو تو اس سے زیادہ کمینہ موذی اور ظالم جانور خدا نے پیدا ہی نہیں کیا قرآن کے ہر صفحہ پر خوف خدا کی تعلیم ملتی ہے۔ قرآن کو بار بار پڑھنے، سمجھنے اور اس میں غور کرنے سے انسان دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ پھر یہ انسانوں پر تو در کنار۔ ایک چیونٹی پر بھی ظلم کرنے سے ڈرتا ہے۔ احادیث قرآن کی شرح ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا عملی نمونہ تھے۔ احادیث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قرآن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عمل کیا۔ دونوں میں چولی دامن کا تعلق ہے۔ ہماری دنیوی اور اخروی [illegible] کے لئے دونوں کا [illegible] ہیں اور دونوں [illegible] ہیں۔

([illegible] خدام الدین)

ایڈیٹر :۔
عبدالمنان چوہان

بدل اشتراک { سالانہ گیارہ روپے ۱۱ ؎
ششماہی چھ روپے ۶
فی پرچہ چار آنے

ہفت روزہ اخبار

——— لاہور ۔ ۱۲ اگست ۔ صدر پاکستان نے افغانستان کا چار روزہ خیر سگالی کا دورہ مکمل کرنے کے بعد آج یہاں پہنچکر کہا کہ میرا دورہ نمایاں طور پر کامیاب رہا ہے ۔

——— ڈھاکہ ۔ ۱۳ اگست ۔ گورنر مشرقی پاکستان نے صوبائی اسمبلی کا اجلاس برخاست کر دیا ہے ۔ یہ اجلاس آج تیسرے پہر یہاں منعقد ہونے والا تھا ۔

——— ڈھاکہ ۔ ۱۵ اگست ۔ ڈھاکہ ہائی کورٹ نے غذائی نقل و حمل اور تقسیم پر کنٹرول کے صوبائی آرڈیننس کو ناجائز اور پاکستانی آئین کے منافی قرار دیدیا ہے ۔

——— ڈھاکہ ۔ ۱۵ اگست ۔ کل رات یہاں مشرقی پاکستان عوامی لیگ کا اجلاس ہوا جس میں گورنر کی طرف سے اسمبلی برخاست کرنے کے فیصلے کے خلاف احتجاج کے طور پر ۲۰ اگست کو تمام صوبہ میں ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ اجلاس نے ایک قرارداد کے ذریعے صدر سے درخواست کی ہے کہ وہ گورنر کو علیحدہ کر دیں ۔

——— لاہور ۔ ۱۶ اگست ۔ آج شام باغ بیرون موچی دروازہ میں منعقدہ جلسہ عام میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ پاکستانی عوام کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے نہر سویز کو قومیا لینے سے متعلقہ حکومت مصر کے اقدام کی مکمل حمایت کرے ۔

——— کراچی ۔ ۱۶ اگست ۔ حکومت پاکستان نے مغربی پاکستان بارڈر پولیس ، پاکستان بارڈر پولیس اور مشرقی پاکستان پولیس کے متعدد افسروں اور سپاہیوں کو بھارتی حملہ آوروں کے مقابلہ میں جوانمردی اور شجاعت دکھانے اور ڈاکوؤں کا جرأت اور دلیری سے مقابلہ کرنے کے صلہ میں اعزازی تمغے عطا کئے ہیں ۔

——— لاہور ۔ ۲۲ اگست ۔ ندیوں کے سرحد میں زبردست طغیانی کے باعث خیرپور ڈویژن کو پھر شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے ۔

——— کراچی ۔ ۲۲ اگست ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے دیسی اور کومیلا کپاس کا برآمدی محصول فوری طور پر ساڑھے روپے سے اسی روپے فی گانٹھ کر دینے کا فیصلہ کیا ہے ۔

——— لندن ۔ ۲۳ اگست ۔ آج یہاں نہر سویز کے بین الاقوامی کنٹرول پر بائیس ملکوں کی سات روزہ کانفرنس ختم ہو گئی ۔

——— نئی دہلی ۔ ۲۳ اگست ۔ مقبوضہ کشمیر سے موصول ہونے والی اطلاعات مظہر ہیں کہ بخشی غلام محمد کی نیشنل کانفرنس کے تین ممتاز کارکن پارٹی سے مستعفی ہو کر کشمیر پولیٹیکل کانفرنس میں شامل ہو گئے ہیں ۔

——— نئی دہلی ۔ ۲۴ اگست ۔ یو ۔ پی کی قانون ساز اسمبلی کے سپیکر نے آج کمیونسٹ ارکان کی طرف سے پیش کردہ ایک تحریک التوا کو خلاف قاعدہ قرار دیدیا جس میں اسمبلی کی عمارت کے باہر اردو کے حامیوں کے مظاہرے سے پیدا شدہ سنگین صورت حال پر غور و خوض کا مطالبہ کیا گیا تھا

——— قاہرہ ۔ ۲۶ اگست ۔ نہر سویز کے متعلق لندن کانفرنس کی تجاویز پر مصر کے صدر کرنل ناصر سے گفتگو کے لئے وزیراعظم آسٹریلیا کی قیادت میں جو کمیٹی قائم ہوئی ہے ۔ اس کے مراسلہ کا جواب آج کسی وقت حکومت مصر کی جانب سے پہنچا دیگا ۔

——— استنبول ۔ ۲۶ اگست ۔ وسطی ترکیہ سے شدید بارشوں کے بعد خوفناک سیلاب آ جانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے ۔ ازنایان کے قصبہ میں ۶ ۷ اشخاص ہلاک ہو گئے ہیں ۔

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی حبیب اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور اندرون شیرانوالہ سے شائع ہوا